''علیہ السلام'' اور ''رضی اللہ عنہ''
کے استعمال کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : علیہا السلام اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کا شرعی حکم

مؤلف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرم ۱۴۳۰ھ/اکتوبر ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

عوام و خواص میں یہ مسئلہ موضوع بحث رہتا ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' کہنا کیسا ہے؟ اسی طرح عوام اس میں بھی بہت نزاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنا یا لکھنا درست نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حضور غوث اعظم وغیرہم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے پر سخت اعتراض کرتے ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو کچھ تو ''علیہا السلام'' لکھتے ہیں اور کچھ اس سے منع کرتے ہیں۔

اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اِن مسائل پر ہمارے دار الافتاء سے حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی کے تحقیقی مفصل فتاویٰ کو جمع کر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور اِن فتاویٰ میں ان مسائل پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔

ادارہ اس رسالہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 186 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عرفان المانی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	فتویٰ نمبر 1: غیر انبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام کا حکم	5
۲۔	جواب	5
۳۔	انبیاء وملائکہ کے غیر کے لئے ''صلاۃ''	6
۴۔	پہلا قول	6
۵۔	دوسرا قول	7
۶۔	تیسرا قول	10
۷۔	چوتھا قول	10
۸۔	ائمہ ثلاثہ کا قول	10
۹۔	راجح قول کی تائید	12
۱۰۔	جمہور علماء کے اقوال	14
۱۱۔	مجوزین کے مستدلات کا جواب	25
۱۲۔	حکم	29
۱۳۔	انبیاء وملائکہ کے غیر پر ''سلام''	33
۱۴۔	سلام اور صلاۃ میں مناسبت	34
۱۵۔	مجوزین کو تنبیہ	39
۱۶۔	سلام کا حکم	41
۱۷۔	اہل بدعت کا اختراع	43

۱۸۔	اہل بدعت کا شعار	45
۱۹۔	اہل بدعت سے مشابہت	47
۲۰۔	آخری بات	49
۲۱۔	فتویٰ نمبر 2: غیر صحابہ کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنا	50
۲۲۔	جواب	50
۲۳۔	قرآن کریم سے تائید	50
۲۴۔	بعض لوگوں کے قول کی حیثیت	53
۲۵۔	مستحب ترتیب	54
۲۶۔	اس ترتیب کا عکس	56
۲۷۔	محدثین، فقہاء اور علماء کا عمل	59
۲۸۔	فتویٰ نمبر 3: صحابی بن صحابہ کے لئے کیا کہا جائے؟	67
۲۹۔	جواب	67
۳۰۔	فتویٰ نمبر 4: حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا کہا جائے؟	68
۳۱۔	جواب	68
۳۲۔	مآخذ ومراجع	72

Ishaate Islam

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ''علیہ الصلاۃ والسلام''یا ''علیہ السلام''نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے یا اُن کے غیر کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے، اگر اُن کے لئے خاص ہے تو بولنے والے کے کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اسماء کے ساتھ تعظیمی یا دعائیہ جملے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ الصلاۃ والسلام، علیہ السلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا، لیکن اس باب میں ائمہ دین، مشائخ عظام، علماء کرام کی تصریحات مذکور ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا دعائیہ جملہ ذکر کیا جائے اور اُن کے لئے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام کا کہنا درست نہیں ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام جملوں کا استعمال ہر مومن کے لئے جائز ہو، جیسے قیاس تو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ عزّ وجلّ کا استعمال جائز ہونا چاہئے کہ کہا جائے کہ حضرت محمد عزّ وجلّ کیونکہ نبی ﷺ عزیز اور جلیل ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ﴾ الآیۃ (۱)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنز الایمان)

اِسی طرح قیاس چاہتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم یا علیہ الصلاۃ والسلام وغیرھا دعائیہ جملے استعمال کرنا درست ہو کہ کہا جائے حضرت ابو بکر ﷺ، حضرت عمر علیہ الصلاۃ والسلام، حضرت علی علیہ السلام وغیر ذلک کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰئِکَتُہٗ﴾ الآیۃ (۲)

۱۔ الفتح:۴۸/۹

۲۔ الأحزاب:۳۳/۴۳

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے۔ (کنز الایمان)

کہ یہ "یصلّی علی المؤمنین" کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ﴾ الآیۃ (۳)

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے ربّ کے درود ہیں اور رحمت۔ (کنز الایمان)

کہ یہ ''علی المؤمنین صلوات'' کے معنی میں ہے لہٰذا قیاس چاہتا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ہر مومن کے لئے اِن تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن ہم اِس مقام پر قیاس کو ترک کر کے اسلاف صُلحاء کے طریقے اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ اُن میں سے کسی نے بھی قال النبی عزّ وجلّ یا قال الرسول عزّ وجلّ یا قال ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام وغیرہ نہ لکھا ہے اور نہ ہی اُس کی کسی نے تعلیم دی ہے۔

اب ہم اپنی اس تحریر میں پہلے انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے صلاۃ کے استعمال کے بارے میں صحابہ کرام اور علماءِ اسلام سے اقوال لائیں گے، پھر جمہور کے نزدیک راجح قول کی تائید میں علماء کرام کے اقوال لائیں گے، پھر غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے اِس کے استعمال کا حکم بیان ہوگا، پھر صلاۃ اور سلام میں کے حکم میں مناسبت بیان کی جائے گی اور انبیاء و ملائکہ علیہ السلام کے غیر کے لئے علیہ السلام کہنے اور لکھنے کے بارے میں حکم اور اُس پر اقوالِ علماء لائے جائیں گے اور بتایا جائے گا کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے صلاۃ یا سلام یا دونوں کا استعمال جب ہمارے اسلاف نے نہ کیا اور نہ اُس کی تعلیم دی پھر اِس کا استعمال کس نے شروع کیا اور وہ کون لوگ ہیں جو اِس کا استعمال کرتے ہیں، اور اُن کی اتباع اور اُن سے مشابہت کے بارے میں کیا حکم ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کے غیر کے لئے ''صلاۃ''

انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے ''صلاۃ'' کے بارے میں اقوالِ علما مختلف ہیں:

پہلا قول: ایک قول تو یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اُن کا استدلال قرآن وحدیث سے

۳۔ البقرۃ:۲/۱۵۷

ہے چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

واستدلّ له بقوله تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهُ﴾ (٤) وبما صحّ من قوله ﷺ "اللّٰهمّ صَلّ على آل أبي أوفى" أو قوله عليه الصّلاة والسّلام وقد رفع يديه: "اللّٰهم اجعل صلاتك ورحمتك على آل سعد بن عبادة" وصحّح ابن حبان خبر" أن امرأة قالت للنّبيّ ﷺ: صلّ عليّ وعلى زوجي ففعل" وفي خبر مسلم" إن الملائكة تقول لروح المؤمن: صلّى الله عليك وعلى جسدك (٥)

یعنی، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان، ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُس کے فرشتے'' اور نبی ﷺ کے فرمان سے جو صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ''اے اللہ! درود بھیج آلِ اَبی اوفیٰ پر'' (٦) اور آپ ﷺ کے فرمان سے کہ جس میں آپ نے اپنے مبارک دست اٹھائے ''اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عبادہ کی آل پر فرما'' (٧) اور اُس خبر سے کہ جس کی تصحیح ابن حبان نے فرمائی کہ ایک عورت نے نبی ﷺ

٤۔ الأحزاب:٣٣/٤٣

٥۔ تفسير روح المعاني سورة (٣٣) الأحزاب، الآية ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٥، مطبوعة: داراحياء التراث العربي، بيروت الطبعة الاولى ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

٦۔ پوری حدیث یہ ہے کہ حضرت ابن اَبی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے، اے اللہ! آلِ فلاں پر صلاۃ نازل فرما (یعنی آپ اس کے لئے دعا فرماتے) اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ! آلِ اَبی اَوفیٰ پر صلاۃ نازل فرما'' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم:١٤٩٧) میں، امام مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم:١٠٧٨) میں، امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم:١٥٩٠) میں، امام نسائی نے اپنی "سنن" (برقم:٣٤٥٩) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم:١٧٩٦) میں روایت کیا ہے۔

٧۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم:٥١٨٠) میں روایت کیا ہے۔

کی بارگاہ میں عرض کی ''آپ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیجئے تو آپ نے ایسا کیا'' (٨) اور مسلم شریف کی حدیث کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر رحمت بھیجے'' سے استدلال کیا ہے۔ (٩)

دوسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں:

وقيل: لاتجوز مطلقاً (١٠)

یعنی، اور کہا گیا کہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر مکی متوفی ۴۶۳ھ (١١) اور علامہ ابو عبد الملک محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ (١٢) اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا: فلا يجوز أن يصلّى على أحدٍ إلا على النّبيّ ﷺ وحده خاصّةً لأنه خُصّ بذلك۔

یعنی، انہوں نے کہا کہ پس جائز نہیں کہ صلاۃ بھیجی جائے کسی ایک پر سوائے تنہا نبی ﷺ کے خاص طور پر، کیونکہ آپ ہی اس کے ساتھ

٨۔ اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی "سنن" (المقدمه، برقم:٤٥) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں (جیسا کہ الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، برقم:٩١٢، ٩١٣، ٩١٤ میں ہے) اور امام ابن ابی شیبہ نے "المصنّف" (برقم:٨٨٠٩، كتاب الصلاة، الصلاة على غير الأنبياء ٦/٤٧، ٤٨، طبع المجلس العلمي ، و كتاب صلاة التطوع و الإمامة، الصلاة على غير الأنبياء، ٢/٤٠١، طبع دار الفكر، بيروت) میں روایت کیا ہے۔

٩۔ اس آیت اور دیگر آیات اور ان احادیث اور دیگر احادیث میں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر انبیاء و ملائکہ پر انفراداً صلاۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے، جس پر چاہے صلاۃ بھیجے اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور اپنا حق جسے چاہیں عطا فرما دیں لہٰذا یہ آیات و احادیث ہماری بحث سے متعلق نہیں ہیں۔

١٠۔ تفسير روح المعاني، ٢١۔٢٢/٣٥٥

١١۔ التمهيد مالك عن عبدالله بن أبي بكر بن حزم، حديث سادس عشر (برقم:٤٤٨/ ١٦)

١٢۔ تفسير القرطبي، سورة التوبة لآية:١٠٣، ٤/٢٤٩

خاص کئے گئے۔

اور اُن کا استدلال ہے کہ:

واستدلّوا بقوله تعالیٰ: ﴿ولا تجعلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بعْضِكُمْ بَعْضاً﴾ (١٣)

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے'' سے استدلال کیا ہے۔

اور امام قرطبی لکھتے ہیں:

وبأن عبدالله بن عباس كان يقول: لايصلّى على أحدٍ إلّا على النّبيّ صلى الله عليه وسلم (١٤)

یعنی، اور اس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ''نبی ﷺ کے سوا کسی پر درود نہ پڑھا جائے''۔

اور مطلقاً ناجائز کہنے والوں نے قرآن اور اثرِ ابن عباس سے استدلال کے علاوہ اہلِ بدعت کے شعار کو بھی عدمِ جواز کی علّت بتایا ہے جیسا کہ علامہ نابلسی نے نقل کیا کہ:

و قال الآخرون: لا يجوز ذلك لأن الصّلاة على غير الأنبياء صار من شعار أهل الأهواء يصلّون على من يعتقدون فيهم العصمة فلا يقتدى بهم (١٥)

یعنی، دوسروں نے کہا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء پر صلاۃ بھیجنا اہلِ ہوا کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ جن میں عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں (یعنی جنہیں معصوم قرار دیتے ہیں) اُن پر صلاۃ بھیجتے ہیں لہٰذا اُن اہلِ ہوا کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ (١٦)

١٣۔ النور: ٢٤/٦٣

١٤۔ تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ الآیۃ ١٠٣، ٢٤٩/٤

١٥۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ ٩/١

١٦۔ یاد رہے کہ اُن کا شعار انفراداً صلاۃ وسلام بھیجنا ہے نہ کہ تبعاً جیسا کہ جمہور علماءِ کرام نے بھی فرمایا ہے لہٰذا غیرِ انبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام نہ بھیج کر اُن کی اقتدا اور اُن کے ساتھ تشبّہ سے گریز کرنا ہوگا۔

تیسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ استقلالاً جائز نہیں تبعاً اُن کے لئے جائز ہے کہ جن کے بارے میں نص وارد ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

وقيل: لا تجوز استقلالاً وتجوز تبعاً فيما ورد فيه النصّ كالآل أو ألحق به كالأصحاب، واختاره القرطبي وغيره، (١٧)

یعنی، کہا گیا کہ استقلالاً جائز نہیں اور تبعاً اُن کے لئے جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہے جیسے آل اور اُن کے ساتھ اصحاب کے مثل کو لاحق کیا گیا اور اسے امام قرطبی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے۔

امام قرطبی نے پہلے یہ قول ذکر فرمایا پھر وہ جو اوپر ذکر کیا گیا پھر اِسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأوّل أصحّ (١٨)

چوتھا قول: ایک اور قول یہ ہے کہ تبعاً مطلقاً جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں۔

اَئمہ ثلاثہ کا قول

یہی چوتھا قول امام ابو حنیفہ اور اُن کے متبعین، امام مالک، امام شافعی اور جمہور ائمہ دین کا قول ہے، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

وقيل: تجوز تبعاً مطلقاً ولاتجوز استقلالاً ونسب إلى أبي حنيفة وجمع (١٩)

یعنی، اور کہا گیا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور علماء کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی متوفی ٩٠٢ھ لکھتے ہیں:

و قالت طائفة: يجوز تبعاً مطلقاً و لا يجوز استقلالاً و هذا قول

١٧۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٣) الأحزاب، الآیۃ: ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

١٨۔ تفسیر القرطبی: ٤/٨/٢٤٩

١٩۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٣) الأحزاب، الآیۃ ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

Ishaate Islam

أبی حنیفة و جماعته (۲۰)

یعنی، ایک جماعت نے کہا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ امام ابو حنیفہ اور آپ کی جماعت کا قول ہے۔

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و قال أبو حنیفة و أصحابه و مالك، والشافعی، و الأکثرون أنه لا یصلی علی غیر الأنبیاء علیهم الصلاة و السلام استقلالاً فلا یقال: اللهم صلّ علی آل أبی بکرٍ، و لا علی آل عمرَ و غیرهما، و لکن یصلّی علیهم تبعاً (۲۱)

یعنی، امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے، پس اللھم صلّ علی آلِ أبی بکرٍ اور اللھم صلّ علی آل عُمرَ وغیرہ نہیں کہا جائے گا، لیکن ان پر تبعاً صلاۃ کہی جائے گی۔

امام محمد بن خلیفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: امام مالک نے انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلاۃ کو مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ گزرے ہوئے علماء کے عمل سے نہیں ہے۔(۲۲)

امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی حنفی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲۳)

۲۰۔ القول البدیع فی الصّلاة علی الحبیب الشّفیع، الباب الأول، هل یصلی علی غیر الأنبیاء الخ، ص ٦٤، مطبوعة: دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ۔ ١٩٨٥م

۲۱۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

۲۲۔ إکمال إکمال المعلم، کتاب الصلاة، باب الصّلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

۲۳۔ إکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التشهد، برقم:٧٠۔ (٤٠٨)، ٣٠٥/٥

اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ''امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲٤)

راجح قول کی تائید

جمہور علماء اُمت اِس پر ہیں کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلاۃ بلا کراہت جائز ہے نہ کہ استقلالاً جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے بھی ظاہر ہے، جمہور کے مؤقف کی تائید سورۃ (۲۴) النور کی آیت: ۶۳ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ الآیة (۲٥)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے استدلال کرنے والوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دُعا میں صلاۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لئے بھی دُعا میں صلاۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کے لئے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ آیہ کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ امتیاز رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل یہ ہے کہ آپ جب حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوتے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں صلاۃ پیش کرتے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے جیسا کہ ''التمهید'' (٢٦) میں ہے۔(۲۷)

۲٤۔ فتح الباری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٤٦١/٣/٤

۲٥۔ النور:٢٤/٦٣

۲٦۔ التمهید، مالك عن عبد الله بن أبی بکر (برقم:١٦/٤٤٨)، ٩٩/٧

۲۷۔ یاد رہے کہ ''مؤطا امام مالک'' کے موجود نسخوں میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوتے، نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلاۃ بھیجتے (المؤطا للإمام مالك، کتاب قصر الصّلاة فی السفر، باب ما جاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ، برقم:٢١٤، أثر، ص ١٢٤) تو حافظ ابن عبد البر نے اس کا ردّ کیا ہے اور فرمایا کہ ''مؤطا'' کے راوی یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ

اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ''نبی ﷺ کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں''۔(۲۸)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ''انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا جائز نہیں اور امام سفیان نے فرمایا: مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے سوا کسی اور پر صلاۃ بھیجی جائے۔(۲۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ

لَا يُصَلَّى عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ سَائِرِ النَّاسِ يُدْعَى لَهُمْ، يُتَرَحَّمُ عَلَيْهِمْ (۳۰)

یعنی، نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلاۃ نہ بھیجے باقی لوگوں کے لئے دُعا کی جائے اور اُن پر رحمت بھیجی جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَنْبَغِي الصَّلَاةُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّيْنَ (۳۱)

حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے (التمهيد، برقم:۱۶/٤٤٨، ۹۹/۷۔ أيضاً الاستذكار، كتاب قصر الصّلاة الخ، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ، برقم:٣٦٧، ٣٢٣/٢)

۲۸۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امام ابن شیبہ نے "المصنّف" (كتاب الصّلاة على غير الأنبياء، برقم:۸۸۰۸، ٤٧/٦، ٥١٩/٢) میں، اور ابن عبدالبر نے "التمهيد" (مالك عن عبدالله بن أبي بكر، حديث السادس عشر لعبد الله بن أبي بكر (برقم:١٦/٤٤٨، ٩٩/٧) میں روایت کیا ہے۔

۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٣١٩، ١٤١/٢

۳۰۔ الاستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٧، ٣٢٣/٢

۳۱۔ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، الصّلاة على غير الأنبياء، برقم:٨٨٠٨، ٤٧/٦ أيضاً الإستذكار، كتاب قصر الصلاة الخ، باب ما جاء في الصلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٧، ٣٢٥/٢

یعنی، انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی پر صلاۃ نہیں بھیجنی چاہئے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول الله ﷺ: "صَلُّوْا عَلَى أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِه، فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِيْ (۳۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں پر صلاۃ بھیجو، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے اقوال

اور جمہور علماء اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

و اتفقوا على جواز جعل غير الأنبياء تبعاً لهم في الصلاة، فيقال: اللهم صلّ على محمد، و على آل محمد، و أصحابه، و أزواجه و ذرّيته، و أتباعه للأحاديث الصّحيحة في ذلك، و قد أمرنا به في التّشهّد، و لم يزل السّلف عليه خارج الصّلاة أيضاً (۳۳)

یعنی، آئمہ کا انبیاء (و ملائکہ) غیر پر تبعاً صلاۃ بھیجنے کے جواز پر اتفاق ہے، پس اس معاملہ میں احادیث صحیحہ وارد ہونے کی بنا پر کہا جائے گا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَ أَصْحَابِه، وَ أَزْوَاجِه وَ ذُرِّيَّتِه وَ أَتْبَاعِه، اور ہمیں اس کا تشہد کا حکم دیا گیا ہے نیز اسلاف نماز سے باہر بھی ہمیشہ اسی پر رہے۔

۳۲۔ الإستذكار، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

۳۳۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ، باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ، ص ١٥٤، مطبوعة دار البيان، دمشق، الطبعة الثالثة ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

اور امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

و یجوز الصّلاۃ علی غیرہ تبعاً و یکرہ استقلالاً لأنہ صار شعارًا لذکر الرسول، و لذلك کرہ أن یقال: محمد عزّ و جلّ و إن کان عزیزًا جلیلًا (۳٤)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، کیونکہ وہ (یعنی صلاۃ و سلام) رسول کے ذکر کے لئے شعار بن گیا اور اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ محمد عزّ و جلّ کہا جائے اگرچہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

یجوز الصّلاۃ علی غیرہ تبعاً، و یکرہ استقلالاً، قال الشیخ محیّ الدّین فی ''کتاب الأذکار'': أجمعوا علی الصّلاۃ علی نبیّنا محمدٍ و علی سائر الأنبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام و الملائکۃ علیہم السّلام استقلالاً و أما غیر الأنبیاء فالجمہور لا یصلّی علیہم ابتداءً (۳٥)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، شیخ محی الدین نے ''کتاب الأذکار'' میں فرمایا کہ ائمہ دین کا ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ و السّلام اور ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے جائز ہونے پر اجماع ہے مگر غیر انبیاء تو جمہور علماء اس پر ہیں کہ اُن پر ابتداءً (یعنی استقلالاً) ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے۔

اور علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

۳٤۔ تفسیر البیضاوی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ٦/۲۳٦، مطبوعۃ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۹۸م

۳٥۔ حاشیۃ ابن التمجید علی تفسیر البیضاوی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۱٥/٥۱٦، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م

و یجوز الصّلاۃ علی غیرہ تبعاً (۳٦)

یعنی، غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے۔

اور علامہ محمد بن احمد خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ (۳۷) اور قاضی محمد بن محمد بن مصطفٰی عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ (۳۸) لکھتے ہیں:

و تجوز الصّلاۃ علی غیرہ تبعاً لہ و تکرہ استقلالاً، لأنہ فی العُرف صار شعارًا لذکر الرُّسل، و لذلك کرہ أن یقال لمحمد: عزّ وجلّ، و إن کان عزیزًا جلیلاً۔ و اللفظ للشربینی

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار بن گیا، اسی لئے مکروہ ہے حضرت محمد ﷺ کے لئے ''عزّ وجلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا:

و تجوز الصّلاۃ علی غیرہ تبعاً، و تکرہ استقلالاً، لأنہ فی العُرف صار شعارًا لذکر الرُّسل، کما ذکرہ البیضاوی و الشّوکانی و غیرھما فلا یقال: صلّی اللّٰہ علی فلان أو فلان علیہ السّلام (۳۹)

یعنی، اُن کے غیر (یعنی انبیاء و ملائکہ کے غیر) پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گیا، جیسا کہ علامہ بیضاوی اور شوکانی نے کہا، پس نہیں کہا جائے گا

۳٦۔ حاشیۃ القُونوی علی تفسیر البیضاوی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۱٥/۱٥٦

۳۷۔ تفسیر الخطیب الشربینی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۳/۳۳۷، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٤م

۳۸۔ تفسیر أبی السعود، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ٥/٤۲۸

۳۹۔ التفسیر المنیر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ٥٦، ص٤۱۹، مطبوعۃ: دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

صلّی اللہ علی فلان، یا فلان علیہ السلام۔

علامہ شیخ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی شیخ جامع ازہر متوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

و الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء و الملائکۃ تبعاً جائزۃ بالاتفاق (٤٠)

یعنی، غیر انبیاء و ملائکہ پر تبعاً ''صلاۃ'' بالاتفاق جائز ہے۔

شارح شرح عقائد علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

و ھھنا نکتتان شریفتان الأولی: لا یجوز التّصلیۃ و التّسلیم علی غیر الأنبیاء استقلالاً عند المحقّقین من أھل السّنّۃ و الجماعۃ خلافاً للرّوافض، فإنھم یصلّون و یسلّمون علی أھل البیت .... ثانیاً: إن ھذا فی عُرف السّلف من شعار الأنبیاء فلزم التّخصیص بھم کما لا یجوز أن یقال فی النّبیّ ﷺ: عزّ و جلّ، و إن کان عزیزاً جلیلاً (٤١)

یعنی، اور یہاں دو شریف نکتے ہیں پہلا یہ کہ محققین اہلسنّت و جماعت کے نزدیک غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ و سلام'' جائز نہیں برخلاف روافض کے، پس وہ اہلبیت کرام پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں، ...... دوسرا یہ کہ یہ اسلاف کے عُرف میں انبیاء علیہم السلام کا شعار ہے لہٰذا اس کی اُنہی کے ساتھ تخصیص لازم ہے جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ نبی ﷺ کے لئے ''عزّ و جلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

اور امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

إن أصحابنا یمنعون من ذکر صلوات اللہ علیہ و علیہ الصلاۃ و السّلام إلا فی حقّ الرّسول (٤٢)

٤٠۔ شرح جوھر التّوحید، رقم البیت: ٤، ص ٢٩، مطبوعۃ: مکتبۃ الغزالی، حماۃ

٤١۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص ١١، مطبوعۃ: فیضی کتاب خانہ، کوئٹۃ

٤٢۔ التفسیر الکبیر للرازی، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ١٠٣، ١٣٦/١٦/٦، مطبوعۃ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

یعنی، تحقیق ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''صلوات اللہ علیہ'' اور ''علیہ الصلاۃ و السلام'' کے ذکر کو چھوڑ کر دوسروں کے حق میں اس کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔

حافظ الدّین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (٤٣) اور علامہ شیخ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ (٤٤) لکھتے ہیں:

و لا یصلّی علی غیر الأنبیاء و الملائکۃ علیھم السّلام إلا بالتّبع۔

و اللفظ للنّسفی

یعنی، انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے مگر تبعاً۔

اس کے تحت علامہ فخر الدین بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (٤٥) اور علامہ محمد بن حسین طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ (٤٦) لکھتے ہیں:

لأن فی الصّلاۃ من التّعظیم ما لیس فی غیرھا من الدّعوات و ھی لزیادۃ الرحمۃ و القُرب من اللّٰہ تعالیٰ و لا یلیق ذلک بمن یتصوّر منہ الخطایا و الذّنوب، و إنما یدعی لہ بالمغفرۃ و التّجاوز إلا تبعاً بأن یقول: اللّھم صلّ علی محمدٍ و آلہ و صحبہ و نحوہ، لأن فیہ تعظیم النّبیّ ﷺ

یعنی، کیونکہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دعاؤں میں نہیں اور یہ

٤٣۔ کنز الدقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص ١٤٦، مطبوعۃ: المکتبۃ العصریۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م

٤٤۔ تنویر الأبصار مع شرحہ للحصکفی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص ٧٥٩، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٤٥۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ٣٦١/٩، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٤٦۔ تکملہ البحر الرائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ٥١٨/١٠، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں اور ایسوں کے لئے صرف مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی مگر یہ کہ ''صلاۃ'' کے ساتھ دعا تبعاً ہو (تو جائز ہے) یا یوں طور کہا جائے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اور اِس کی مثل، کیونکہ اِس میں نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ(۴۷) اور علامہ عبدالحکیم افغانی متوفی ۱۳۲۶ھ(۴۸) ''کنز'' کی اِس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

کما یقال: اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آله و ذلك لأن الصّلاة من التّعظیم ما لیس فی غیرھا من الدّعوات و ھی لزیادة الرّحمة و القُرب من اللّٰه تعالی، و لا یلیق ذلك لمن یتصوّر منه الخطایا و الذّنوب، و إنما یدعی له بالعفو و المغفرة و التّجاوز

یعنی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اور وہ اس لئے کہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دُعاؤں میں نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دُعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں، ایسوں کے لئے صرف عفو، مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی۔

''کنز'' کی اِسی عبارت کے تحت علامہ سید محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

ھذا جواب الاستحسان، و القیاس یقتضی جوازہ علی کلّ مؤمن الخ (۴۹)

۴۷۔ رمز الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۲/۲۸۴، مطبوعة مکتبة نوریة رضویة، سکھر

۴۸۔ کشف الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۲/۳۳۸، ۳۳۹، مطبوعة: إدارة القرآن و العلوم الإسلامیة، کراتشی

۴۹۔ فتح المعین، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۲/۵۶۲، مطبوعة مکتبة العجائب لزحر العلوم، کوئتة

یعنی، صاحبِ کنز کا یہ قول (کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر ''صلاۃ'' نہ کہی جائے مگر تبعاً) جوابِ استحسان ہے اور قیاس ہر مومن پر ''صلاۃ'' کے جواز کا تقاضا کرتا ہے۔

علامہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر فارابی اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

ثم ینبغی لك أن تعرف أن الصّلوات علی غیر الرّسول جائزة، ألا یری إلی قوله تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ (۵۰) إلا إنا لم نجوّز بطریق الإصالة لئلا یتوهّم الرّفض، و قد نھی النّبیّ علیه السّلام أن نقف مواقف التّھم، و ما کان بطریق الضّمن فبمعزلٍ عن ذلك (۵۱)

یعنی، پھر تجھے چاہئے کہ تو یہ پہچان لے کہ غیر رسول پر ''صلوات'' جائز ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُن کے فرشتے'' کو نہیں دیکھا، مگر ہم اِسے بطریقِ اِصالۃ جائز قرار نہیں دیتے تا کہ رفض کا وہم نہ کیا جائے حالانکہ نبی ﷺ نے ہمیں تہمت کی جگہوں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو تبعاً ہے وہ اِس ''نہی'' سے جُدا ہے۔

امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

والذی ذھب إلیه المحقّقون و أمیل إلیه ما قاله مالك و سفیان رحمھما اللّٰه و روی عن ابن عبّاس، و اختارہ غیرُ واحدٍ من الفقھاء و المتکلّمین أنه لا یصلّی علی غیر الأنبیاء عند ذکرھم بل ھو شیء یختصّ به الأنبیاء توقیراً و تعزیراً کما یَخصّ اللّٰهُ تخصیص النّبیّ ﷺ و سائر الأنبیاء بالصّلاة و التّسلیم و لا یشارك فیه سواھم کما أمر اللّٰه بقوله ﴿صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا

۵۰۔ الأحزاب: ۳۳/۴۳

۵۱۔ التبیین، القسم الثّانی التحقیق، ۱/۱۲۵، مطبوعة وزارة الأوقاف، الکویت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

تَسْلِيْمًا﴾ (٥٢)

یعنی، جدھر محققین گئے اور جدھر میں (یعنی قاضی عیاض) مائل ہوا وہ وہ ہے جو امام مالک اور سفیان کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کو ایک نے نہیں بلکہ بہت فقہاء و متکلمین نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ غیر انبیاء کے ذکر کے وقت اُن پر درود نہ پڑھا جائے (یعنی اُن کے نام کے ساتھ ''علیہ الصّلاۃ والسّلام'' یا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ کہا جائے) بلکہ یہ وہ شے ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کے پیشِ نظر اُن کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے ذکر کے وقت تنزیہ، تقدیس، تعظیم (مثلاً ''عزّ وجلّ'' یا ''سبحانہ و تعالیٰ و تقدّس'' کہنا) اُس کے ساتھ مختص ہے اور اِس میں اُس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، اسی طرح ''صلاۃ سلام'' کو نبی ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ مختص کرنا واجب ہے اِس میں اُن کے سوا کسی اور کو (استقلالاً) شریک نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

''اُن پر درود اور خوب سلام ہو''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و استدلّ المانعون بأن لفظ الصّلاۃ صار شعاراً لعظم الأنبیاء و توقیرھم فلا تقال لغیرھم استقلالاً و إن صحّ، کما لا یقال: محمد عزّ و جلّ و إن کان علیه الصّلاۃ و السّلام عزیزًا جلیلًا لأن ھذا الثّناء شعاراً لِلّٰه تعالیٰ فلا یشارك فیه غیرہ (٥٣)

٥٢۔ الأحزاب:٥٦/٣٣

الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف فی الصّلاۃ علی غیر النّبیّ ﷺ الخ، ص٢٨٦، مطبوعۃ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٤ھ۔٢٠٠٣م

٥٣۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٣) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٦

یعنی، اور (غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' سے) منع کرنے والوں نے استدلال کیا کہ ''صلاۃ'' کا لفظ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و توقیر کے لئے شعار ہو گیا پس اُن کے غیر کے لئے استقلالاً ''صلاۃ'' نہ کہی جائے اگرچہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جائے گا اگرچہ آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے شعار ہو گئی پس اِس میں اُس کا غیر شریک نہیں ہوگا۔

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

إن الصّلاۃ و إن کانت الدّعا بالرّحمة و ھو جائز لکلّ مسلم لکن صارت مخصوصةً فی لسان السّلف بالأنبیاء و الملائکة کما أن لفظ "عزّ وجلّ" مخصوص باللّٰه تعالیٰ کما لا یقال: محمد عزّ و جلّ و إن کان عزیزاً جلیلاً، و لا یقال: أبو بکر أو علیٌّ صلی اللّٰه علیه وسلّم و إن کان معناہ صحیحاً (٥٤) کذا فی حاشیة ابن التمجید علی تفسیر البیضاوی (٥٥)

یعنی، تحقیق ''صلاۃ'' اگرچہ دعا بالرّحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں ''صلاۃ'' انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ''عزّ وجلّ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اِسی طرح ابو بکر یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

٥٤۔ حلبی کبیر، ص٣، مطبوعۃ سہیل اکادمی، لاھور

٥٥۔ حاشیة ابن التمجید، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ١٥/١٤١٦، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م

اور امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی(٥٦) اور علامہ محمد امین ہروی(٥٧) لکھتے ہیں:

قال بعضهم: الخلاف فى الصّلاة على غير الأنبياء إنما هى فى الاستقلال نحو "اللّهمّ صلّ على فلان" و أما هى تابعة نحو "اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذرّيته" فجائزة، و على الجواز فإنما يقصد بها الدعاء لأنها بمعنى التّعظيم خاصّة بالأنبياء عليهم السّلام كخصوص عزّ و جلّ باللّٰه تعالىٰ، فلا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان ﷺ عزيزاً جليلاً

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' میں اختلاف صرف انفراداً صلاۃ بھیجنے میں ہے جیسے کہا جائے ''اللهم صلّ على فلان'' مگر تبعاً جیسے ''اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذريته'' کہنا جائز ہے اور (تبعاً) جواز (کی صورت) میں صلاۃ سے صرف دُعا کا قصد کیا جائے گا کیونکہ ''عزّ وجلّ'' کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی طرح ''صلاۃ'' بمعنی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، پس نہیں کہا جائے گا محمد عزّ وجلّ، اگر چہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

محقق فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد شیخی زادہ حنفی متوفی ١٠٧٨ھ لکھتے ہیں:

و لما كان الدّعاء بلفظ الصّلاة مختصاً بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام تعظيماً لهم لم يدع به لغيرهم إلا على سبيل التّبع لهم (٥٨)

یعنی، جب لفظ صلاۃ کے ساتھ دعا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم کی

٥٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٥٧۔ شرح مسلم للهروى، كتاب الصّلاة، باب بيان كيفية الصّلاة الخ، ٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

٥٨۔ مجمع الأنهر، خطبة الكتاب، ١٢/١، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔ ١٩٩٨م

وجہ سے اُن کے ساتھ مختص ہے تو یہ دعا اُن کے غیر کے لئے نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ غیر کے لئے اُن کے تابع ہونے کے طور پر ہو۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی متوفی ١٢٢٥ھ لکھتے ہیں:

هل يجوز الصّلاة و السّلام على غير الأنبياء، و الصّحيح أنه يجوز تبعاً و يكره استقلالاً كما يكره أن يقال: محمد عزّ و جلّ مع كونه عزيزاً جليلاً لاختصاصه بالأنبياء عُرفاً كاختصاص ذلك بالله تعالىٰ (٥٩)

یعنی، کیا غیر انبیاء پر ''صلاۃ اور سلام'' جائز ہیں، صحیح یہ ہے کہ تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ جیسا کہ یہ مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجلّ اِس کے باوجود کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اُس (یعنی صلاۃ وسلام) کے عرفاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ اور سلام مکروہ ہے) جیسے کہ اُس کے (یعنی عزّ و جلّ) کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (کسی کے لئے عزّ وجلّ مکروہ ہے)۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

أما الصّلاة على غير الأنبياء فإن كان على سبيل التّبعية فهذا جائز بالاجماع، إنما وقع النّزاع فيما إذا أفرد غير الأنبياء بالصّلاة عليهم...... و قال الجمهور من العلماء لا يجوز إفراداً لغير الأنبياء لأن هذا قد صار شعار الأنبياء إذا ذكروا فلا يلحق غيرهم بهم، فلا يقال: أبو بكر ﷺ أو عليّ ﷺ و إن كان المعنى صحيحاً كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن عزيزًا جليلاً لأن هذا من

٥٩۔ تفسير المظهرى، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٣٨٠/٧، مطبوعة: دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ۔ ٢٠٠٤م

شعار ذکر اللّٰه تعالیٰ الخ (٦٠)

یعنی، مگر غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تو اگر وہ بطریق تبعیّت کے ہے تو یہ بالاجماع جائز ہے، نزاع صرف اُس صورت میں واقع ہوا جب انفراداً غیر انبیاء پر صلاۃ کہی جائے ......اور جمہور علماء نے فرمایا انفراداً غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء کے لئے (انفراداً) صلاۃ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا شعار ہو گیا جب اُن کا ذکر کیا جائے تو اُن کے ساتھ اُن کے غیر کو لاحق نہ کیا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اس کے معنی بالکل صحیح ہیں جیسا کہ نہیں کہا جائے گا حضرت محمد عزّ وجلّ اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے شعار ہے۔

علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء بغیر تبع قیل: تجوز، و الأصحّ لا تجوز (٦١)

یعنی، پھر ''صلاۃ'' غیر انبیاء پر جب کہ تبعاً نہ ہو کہا گیا کہ جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

مُجوّزین کے مُستدلّات کا جواب

انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ و سلام کو جائز قرار دینے والے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور علماء کرام نے اُن کا جواب دیا ہے چنانچہ مُجوّزین کے جملہ مُستدلّات کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں:

و أجابوا عما مرّ بأنه صدر من اللّٰه تعالیٰ و رسوله علیه الصّلاۃ و السلام، و لهما أن یخصّا من شاءا و بما شاءا و لیس ذلک

٦٠۔ الحدیقة النّدیة ١/٩، مطبوعة: مکتبه فاروقیة، بشاور

٦١۔ بریقة محمودیة ١/٩، مطبوعة: دار الاشاعة العربیة، کوئٹه

لغیرهما إلا بإذنهما و لم یثبت عنهما إذن في ذلک، و من ثَمّ قال أبو الیمن بن عساکر له ﷺ أن یصلّي علی غیره مطلقاً لأنه حقّه و منصبه فله التّصرّف فیه کیف شاء بخلاف أمته إذ لیس لهم أن یؤثروا غیره بما هو له (٦٢)

یعنی، (مخالفین کے) جو دلائل گزرے اُس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا کہ وہ (یعنی غیر انبیاء پر بالاستقلال ''صلاۃ'' بھیجنا) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے صادر ہوا ہے اور انہیں حق ہے کہ جسے چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص فرمائیں اور یہ حق اُن کے غیر کے لئے اُن کے اِذن کے سوا نہیں اور اُن سے اِس بارے میں اذن ثابت نہیں ہے، اِسی وجہ سے ابو الیمن ابن عساکر نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو یہ حق ہے کہ آپ اپنے غیر پر مطلقاً ''صلاۃ'' بھیجیں کیونکہ یہ آپ کا حق اور آپ کا منصب ہے پس آپ کو اپنے حق میں جس طرح چاہیں تصرّف کا اختیار ہے برخلاف آپ کی اُمت کے کہ انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جو چیز آپ ﷺ کے لئے ہے اُس میں آپ پر آپ کے غیر کو ترجیح دیں۔

اور ''صحیح بخاری'' کی حدیث کہ حضرت عبداللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ فرماتے، پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ أَبِيْ أَوْفٰی (٦٣)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حدیث مذکور سے اُن لوگوں نے استدلال کیا جو غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام پر بالاستقلال ''صلاۃ'' کو

٦٢۔ تفسیر روح المعانی، سورة (٣٣) الأحزاب، الآیة:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٦

٦٣۔ صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصّدقة برقم:١٤٩٧

أیضاً صحیح مسلم کتاب الزّکاة، باب الدّعاء لمن أتی بصدقته، برقم:٢٤٥٩/١٧٦ (١٠٧٨)، ص ٤٨٢

جائز کہتے ہیں اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے:

و الجواب عن هذا حقّه عليه الصّلاة و السّلام له أن يعطيه لمن يشاء و ليس غيره ذلك (٦٤)

یعنی، حدیث مذکور سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ صلاۃ حضور ﷺ کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں:

قال أبو عمر: تهذيب هذه الآثار و حملها على غير التّضاد و التّدافع هو أن يقال: أما النّبيّ ﷺ فجائز أن يصلّي على مَن شاء، لأنه قد أمر أن يصلي على كلّ من يأخذ صدقته، و إما غيره فلا ينبغي له إلا أن يخصّ النّبيّ عليه السّلام بالصّلاة عليه كما قال ابن عباس فجائز أن يحتجّ في ذلك بعموم قوله تعالى: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (٦٥)

یعنی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ ان آثار کی تہذیب اور ان کو غیر تضاد و تدافع پر محمول کرنا یہ ہے کہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کے لئے جائز ہے کہ آپ جس پر چاہیں ''صلاۃ'' بھیجیں، اور آپ ﷺ کے غیر لئے مناسب نہیں مگر یہ کہ وہ نبی علیہ الصلاۃ و السلام کو ''صلاۃ'' کے ساتھ خاص کرے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پس جائز ہے کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے'' کے عموم سے دلیل پکڑی جائے۔

٦٤۔ عمدة القاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصدقة برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

٦٥۔ النور: ٦٣/٢٤، الإستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السّفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی لکھتے ہیں کہ

و أجاب الأولون بأن الصّلاة من الله و رسوله ﷺ هي بمعنى الدّعاء و الرّحمة و هي منّا بمعنى التّعظيم، فتجوز من الله و رسوله و لا يجوز منّا أن نعظم غير الأنبياء بما عظم به الأنبياء عليه الصّلاة و السّلام (٦٦)

یعنی، جواز کا استدلال کرنے والوں کو مقالۂ اُولیٰ والوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے ''صلاۃ'' دعا اور رحمت کے معنی میں ہے پس اللہ و رسول کی طرف سے جائز ہے اور یہی ''صلاۃ'' ہماری طرف سے تعظیم کے معنی میں ہے اور ہماری جانب سے یہ جائز نہیں کہ ہم اُس کے ساتھ غیر انبیاء کی تعظیم کریں کہ جس کے ساتھ انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کی تعظیم کی گئی ہے۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی متوفی ٦٥٦ھ (٦٧) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (٦٨) لکھتے ہیں کہ دوسرے فریق نے (کہ غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے عدم جواز کا قائل ہے اُن کے مُستدلات کا) رد کرتے ہوئے کہا کہ

بأن هذا صدر من اللّٰه و رسوله، و لهما أن يقولا ما أراد بخلاف غيرهما الذي هو محكوم عليه

یعنی، یہ (جو قرآن و حدیث میں غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' مذکور ہے وہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے صادر ہوتی ہے اُن کے لئے جائز ہے کہ وہ جو ارادہ فرمائیں کہیں برخلاف اُن کے غیر کے جو محکوم علیہ ہے۔

٦٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٦٧۔ المفهم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ، برقم: ٣٢٠، ٤٢/٢

٦٨۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة على النّبيّ ﷺ الخ، برقم:٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

اور امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

و حجّته علیهم فی هذا أن ما کان من الله تعالیٰ و النّبیّ ﷺ فی هذا فبخلاف ما کان من غیرهما، و لأنه منهما مجری الدّعاء و الرّحمة و المواجهة، و لیس فیهما معنی التّعظیم و التّوقیر الذی یکون منّا، و إذا کان من غیرهما جاء التّسویة منه بینهم و بین النّبی ﷺ (٦٩)

یعنی، اُن (مطلقاً جواز کے قائلین اور قرآن وحدیث سے اِس پر دلائل لانے والوں) کے خلاف اِس میں حُجت یہ ہے کہ تحقیق جو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے (غیر انبیاء علیہم پر ''صلاۃ'' وارد) ہے پس وہ اُس کے برخلاف ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے ''صلاۃ'' دُعاء، رحمت اور مواجہہ کے مقام میں ہے اور اُن دونوں کی طرف سے ''صلاۃ'' میں اس تعظیم و توقیر کا معنی نہیں ہے جو ہماری طرف سے (صلاۃ میں) ہے، ''صلاۃ'' جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہوگی تو اس (غیر) کی طرف سے غیر انبیاء اور نبی ﷺ کے مابین برابری ہوگی۔

حکم

انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ و السّلام کے غیر کے لئے ''صلاۃ و سلام'' کے بالاستقلال استعمال کے حکم میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی لکھتے ہیں:

و أما الصّلاة استقلالاً فقیل بمنعها، و قیل بکراهتها، و قیل بأنها خلاف الأولی (٧٠)

٦٩۔ إکمال المعلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التشهد برقم: ٧٠ (٤٠٨)، ٣٠٥/٢

٧٠۔ شرح جوهر التّوحید رقم البیت: ٤، ص٢٩، مطبوعة: مکتبة الغزالی، حماة

یعنی، مگر ''صلاۃ'' استقلالاً تو اُس کے منع کا کہا گیا اور اُس کی کراہت کا کہا گیا اور کہا گیا کہ یہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم اختلف المانعون هل هو من باب التّحریم أو کراهة التّنزیه أو خلاف الأولیٰ حکاه النّووی فی "الأذکار" (٧١)

یعنی، پھر منع کرنے والوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ بابِ تحریم سے ہے یا کراہت تنزیہ یا خلافِ اَولیٰ۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

و اختلف هل تکره تحریماً أو تنزیهاً أو خلاف الأولیٰ؟ (٧٢)

یعنی، اور اختلاف کیا گیا کہ کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اَولیٰ۔

بعض نے لکھا کہ جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابوسعید خادمی حنفی نے لکھا کہ ''اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے''۔(٧٣) اور علامہ قوام الدین فارابی حنفی نے لکھا کہ ''ہم اصالۃً اِسے جائز قرار نہیں دیتے''۔(٧٤)

اور علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا:

و مذهب الشّافعیة: أنه خلاف الأولی (٧٥)

یعنی، شافعیہ کا مذہب ہے کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ٥٩٢ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و یکره أن یصلی علی غیر النّبیّ صلی الله علیه و آله أصحابه

٧١۔ الحدیقة النّدیّة شرح الطریقة المحمّدیة ٩/١

٧٢۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ٥١٨/١٠

٧٣۔ بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیّة، ٩/١

٧٤۔ التبیین، ١٢٥/١

٧٥۔ تفسیر روح المعانی، ٢١۔٢٢/٣٥٥

وحده فيقول اللهم صلّ على فلان و لو جمع في الصلاة بين النّبيّ صلّى اللّه عليه و آله أصحابه و بين غيره فيقول اللّهم صل على محمدٍ و على آله و أصحابه جاز كذا في فتاوىٰ قاضيخان (٧٦)

یعنی، مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر انفراداً ''صلاۃ'' بھیجی جائے، پس کہا جائے ''اللھم صلّ علی فلان'' اور اگر صلاۃ میں نبی ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب کے مابین جمع کرے تو جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔

اور اکثر نے لکھا کہ مکروہ ہے جیسا کہ علامہ مصلح الدین رومی حنفی نے ''حاشیہ ابن التجید'' میں، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے ''تفسیر مظہری'' میں اور قاضی بیضاوی نے ''تفسیر بیضاوی'' میں لکھا ہے جیسے اُن کی عبارات کے ضمن میں گزرا۔ اور شیخ ابراہیم باجوری شافعی نے لکھا کہ اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔(۷۷)

اور بعض نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی نہ کہ تنزیہی کو، وہ اِس طرح کہ احناف میں سے بعض نے لکھا کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کہنے والا گنہگار ہوگا، چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: ''تنویر الابصار'' کی عبارت میں کراہت تحریمی، تنزیہی اور خلافِ اَولیٰ ہونے کا احتمال ہے:

لكن ذكر البيرى من الحنفية: مَن صلى على غيرهم أثم و كره، وهو الصّحيح (٧٨)

یعنی، لیکن حنفیہ میں سے علامہ بیری نے ذکر کیا کہ جس نے اُن کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی تو وہ گنہگار ہوا اور مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام نووی نے

٧٦۔ الفتاوى الهندية كتاب الكراهية الباب الرّابع، ٣١٥/٥

٧٧۔ شرح جوهر التوحيد رقم البيت:٤، ص٢٩

٧٨۔ روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

کراہت تنزیہی کو صحیح قرار دیا:

لكن في خطبة "شرح الأشباه" للبيرى: من صلّى على غيرهم أثم و كره، و هو الصّحيح (٧٩)

یعنی، لیکن ''شرح الاشباہ'' للبیری کے خطبہ میں ہے کہ جس نے اُن (یعنی انبیاء و ملائکہ) کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی وہ گنہگار رہا اور (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور گنہگار رہنا کراہت تحریمی میں لازم آتا ہے نہ کہ تنزیہی میں لہٰذا علامہ بیری نے اُسے مکروہ تحریمی قرار دے کر مرتکب کے گنہگار رہنے کا قول کیا۔

اسی طرح فقہاءِ کرام کی عبارات جن میں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے بعض نے لکھا اہلِ بدعت کا شعار ہے اور اُن کے شعار سے مشابہت ممنوع اور اجتناب واجب ہے، اگرچہ مشابہت کو قیود کے ساتھ مقید کر کے ترک کو واجب قرار دیا مگر اُن کا ترک کو واجب کہنا ارتکاب کے مکروہ تحریمی ہونے کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور اکثر نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے چنانچہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و اختلفوا في الكراهية هل هي تحريمية أو تنزيهية و الصّحيح الثّاني (٨٠)

یعنی، اور کراہیت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور صحیح ہے کہ دوسری (یعنی تنزیہی) ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم قال: و الصحيح الذي عليه الأكثرون أنه مكروه كراهة تنزيه (٨١)

٧٩۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٥١٨/١٠

٨٠۔ حاشية الشّهاب على تفسير البيضاوى، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٥١٠/٧، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ۔١٩٩٧م

٨١۔ الحديقة النّدية شرح الطريقة المحمدية ٩/١

یعنی، پھر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح وہ کہ جس پر اکثر علماء ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی کے ساتھ مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صحّح النّووی فی "الأذکار" الثانی (۸۲)

یعنی، اور امام نووی نے ''الأذکار'' میں دوسری (یعنی تنزیہی) کو صحیح قرار دیا۔

انبیاء و ملائکہ کے غیر پر ''سلام''

وہ سلام جو زندوں اور مُردوں سب کو عام ہے جس سے زندوں سے ملاقات کے وقت تحیۃ کا ارادہ کیا جاتا ہے اور اُن سے جواب کی توقع رکھی جاتی ہے چاہے وہ زندہ سامنے ہو یا نہ ہو اور اُس کو پیغام یا خط کے ذریعہ لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارتِ قبور کے وقت قبر والے کو بطور تحیۃ سلام کہا جاتا ہے، سلام کی اِس قسم کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ سلام ہمارا موضوعِ بحث نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زیادة علیه: السّلام الذی یعمّ الحیّ والمیّت هو الذی یقصد به التحیّة کالسّلام عند تلاقٍ، أو زیارة قبرٍ وهو مُستدعٍ للردّ فی الغائب (۸۳)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے تو اُس کا خلاصہ مع اِضافہ کے لکھتا ہوں کہ سلام دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سلام تحیۃ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے زندہ کو پیش کرے یا قبر والے کو، اگر زندہ کو پیش کرتے تو اُس کا جواب واجب ہے۔

اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے (یعنی ایک کا جواب سب کو کافی ہوگا) اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا یا کسی کے ذریعے سلام بھیجا یا خط میں سلام لکھا تو اُس پر سلام واجب ہے جس کو سلام کیا یا کہلایا ہے یا لکھا ہے، تو اِس (سلام) کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف

۸۲۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۸۳۔ روح المعانی، سورة الأحزاب الآیة:۵۶، ۲۲،۲۱/۳۵۷

نہیں۔ چنانچہ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

أما السّلام للتحیّة للأحیاء فلا کلام فیه (۸۴)

یعنی، مگر جو سلام زندوں کی تحیۃ کے لئے تو اُس (کے جواز) میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اور امام یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (۸۵) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ (۸۶) لکھتے ہیں:

وأما الحاضر یخاطب به، فیقال: سلام علیك، أوسلام علیکم، أوالسّلام علیك، أوعلیکم، هذامجمع علیه

یعنی، مگر حاضر تو اُسے سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا سلام علیک، یا سلام علیکم یا السلام علیک یا علیکم اور یہ مجمع علیہ ہے۔

سلام کی دوسری قسم وہ سلام ہے جو تعظیم و تکریم کے طور پر کیا جاتا ہے یا اُس سے دُعا کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندے پر نازل فرمائے۔ یہی وہ سلام ہے جو ہمارا موضوعِ بحث ہے اور جس کے بالاستقلال غیر نبی و مَلَک کے لئے کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلام کی یہ دوسری قسم ''صلاۃ'' کے معنی میں ہے یا اُن میں فرق ہے اگر ''صلاۃ'' کی مانند ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو ''صلاۃ'' کا ہے اور جو تفصیل ''صلاۃ'' کے لئے مذکور ہوئی وہی سلام کے لئے بھی ہے، جو حکم ''صلاۃ'' کا بیان ہوا وہی ''سلام'' کا بھی ہوگا اور پھر ''سلام'' پر الگ سے تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سلام اور صلاۃ میں مناسبت

چنانچہ سلام کی اِس دوسری قسم کے بارے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ یہ ''سلام'' صلاۃ

۸۴۔ حاشیة القونوی، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۱۵/۱۷/۴، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م

۸۵۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاة علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاة علی غیر الأنبیاء ص ۱۵۴

۸۶۔ المواهب اللدنیة، المقصد السّابع، الفصل الثّانی ۵۲۶/۲

کی مانند ہے، جیسا کہ امام ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی(۸۷) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی(۸۸) لکھتے ہیں:

وقال أبو محمد الجوینی من أصحابنا: السّلام بمعنی الصّلاۃ

یعنی ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے امام ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّا السلام فنقل اللقانی فی "شرح جوهرۃ التّوحید" عن الإمام الجوینی: أنه فی معنی الصّلاۃ (۸۹)

یعنی، مگر سلام تو اللقانی نے ''شرح جوہرۃ التوحید'' میں امام جوینی سے نقل کیا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اگر ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے تو سلام سے منع کی علّت بھی وہی ہوگی جو ''صلاۃ'' سے منع کی ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ

و الظاهر: أن علّة منع السّلام ما قاله النّووی فی علّة منع الصلاۃ (۹۰)

یعنی، اور ظاہر ہے کہ تحقیق (بالاستقلال غیر نبی و فرشتہ کے لئے) ''سلام'' کہنے سے روکنے کی علّت وہی ہے جو امام نووی نے ''صلاۃ'' سے روکنے کی علّت میں فرمایا۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ ''تفسیر بیضاوی'' پر اپنے حواشی میں(۹۱) اور ''شفا شریف'' کی شرح(۹۲) میں اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی نے علامہ

۸۷۔ کتاب الأذکار کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ ص ۱۵٤

۸۸۔ المواهب اللدنیة، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ۵۲۶/۲

۸۹۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۰۔ رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۱۔ حاشیة الشّهاب علی تفسیر بیضاوی، سورۃ الأحزاب الآیة ۵۶، ۵۱۰/۷

۹۲۔ نسیم الریاض، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ ۹۶، مطبوعة: دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱٤۲۱ھ۔۲۰۰۱

برکلی کی کتاب ''طریقہ محمدیہ'' کی شرح(۹۳) میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور ابن القیم نے ''جلاء الأفہام'' میں ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے، اگرچہ دورِ حاضر کے چند علماء نے اس بنا پر فرق کیا ہے لیکن اکثر علماء محدّثین و فقہاء ''سلام'' کی دوسری قسم اور ''صلاۃ'' میں فرق کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے امام جوینی کے قول کو ہی لیا ہے اور ہم بھی اسے ہی لیں گے جو اکثریت نے کہا اور اُن میں بڑے بڑے محدّثین اور فقہاء کرام شامل ہیں جیسے امام نووی، قسطلانی، نابلسی، خادمی، حلبی، خفاجی، ہروی، وشتانی، آلوسی اور شامی وغیرہم۔

لہٰذا اِس ''سلام'' کا بھی وہی حکم ہوگا جو کہ ''صلاۃ'' کا ہے چنانچہ امام یحیٰی بن شرف نووی شافعی(۹٤) اور امام قسطلانی شافعی(۹۵) اور علامہ شامی حنفی امام جوینی(۹٦) سے نقل کرتے ہیں کہ:

فلا یستعمل فی الغائب ولایفرد به غیر الأنبیاء فلا یقال: علیّ علیه السّلام، وسواء فی هذا الأحیاء والأموات

یعنی، پس غائب میں اِس کا استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انفراداً غیر انبیاء کے لئے کہا جائے گا، لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام اور اس حکم میں زندہ اور اموات برابر ہیں۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ سید عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ولایفرد به غیر الأنبیاء فلا یقال: علیّ علیه السّلام والأحیاء والأموات فیه سواء، غیر أن الحاضر یخاطب به فیقال: علیك السّلام (۹۷)

۹۳۔ بریقة محمودیة شرح طریقة محمّدیّة ۹/۱، مطبعة دار الاشاعت العربیة

۹٤۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ ص ۱۵٤

۹۵۔ المواهب اللدنیة المقصد السّابع الفصل الثّانی، ۵۲۶/۲

۹٦ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۷۔ الحدیقة النّدیة شرح الطّریقة المحمّدیّة ۹/۱

Ishaate Islam

یعنی، انفراداً غیر انبیاء پر سلام نہیں کہا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا حضرت علی علیہ السلام، زندہ اور قبروں والے اِس میں برابر ہیں سوائے حاضر کے کہ اُسے اِس کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا علیک السلام۔

اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم السّلام كا لصّلاة لا يفرد به غير الأنبياء (۹۸)

یعنی، پھر ''سلام'' مثل ''صلاۃ'' کے ہے، انفراداً غیر انبیاء کے لئے نہیں کہا جائے گا۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و كذلك "عليه السلام" لم يعهد فى لسان الشّرع إلا تبعاً فلا يقال: فلان عليه السّلام فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع (۹۹)

یعنی، اسی طرح ''علیہ السلام'' ہے لسانِ شرع میں معہود نہیں ہے مگر تبعاً پس نہیں کہا جائے گا فلاں علیہ السلام، لہٰذا اِس کی اتباع واجب ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی لکھتے ہیں:

وقد قيل: إن السّلام مثل الصّلاة مخصوصٌ بالانبياء أيضاً فلا يقال فى غيرهم: عليه السّلام كما صرّح به الفقهاء (۱۰۰)

یعنی، اور کہا گیا ہے کہ تحقیق ''سلام'' بھی مثل ''صلاۃ'' کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے پس انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لئے ''علیہ السلام'' نہیں کہا جائے جیسا کہ فقہاء کرام نے اِس کی تصریح کی ہے۔

۹۸۔ بريقة محمودية شرح طريقة محمدية ۹/۱

۹۹۔ حلبی كبير، ص ۳، مطبوعة سهيل اكادمى، لاهور

۱۰۰۔ نسيم الرياض، القسم الثانى، فيما يجب على الأنام، الباب الرابع فى حكم الصّلاة عليه والتسليم، فصل فى الأختلاف الخ ۹٦/۵

اور علامہ شہاب نے علامہ بیضاوی کے قول کہ ''غیر نبی پر تبعاً صلاۃ جائز ہے'' کے تحت لکھا کہ:

و كذالك السّلام ايضاً فى غير السّلام تحية الأحياء (۱۰۱)

یعنی، اِسی طرح اُس سلام میں بھی جو سلام تحیۃ الاحیاء کا غیر ہے (یہی حکم ہے)۔

اور امام محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی (۱۰۲) اور اُن سے علامہ محمد امین بن عبداللہ ہروی شافعی (۱۰۳) لکھتے ہیں:

و قال أبو محمد الجوينى: و كذلك السّلام هو خاص به ﷺ فلا يقال أبو بكر عليه السّلام

یعنی، اور ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ اور اِسی طرح سلام نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر علیہ السلام۔

اور علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه: وأمّا السّلام الذى يقصد به الدّعاء منّا بالتّسليم من الله تعالىٰ على المدعوّ له سواء كان بلفظ غيبة أو حضورٍ، فهذا هو الذى اختصّ به ﷺ عن الأمة فلا يسلّم على غيره إلا تبعاً كما أشار اليه التّقى السّبكى فى "شفا الغرام" وحينئذ فقد أشبه قولنا "عليه السّلام" قولنا "عليه الصّلاة" من حيث أن المراد عليه السّلام من الله فقيه إشعار بالتّعظيم الذى هو فى الصّلاة من حيث الطّلب لأن يكون

۱۰۱۔ حاشيه الشهاب، سورة الأحزاب الآية ٥٦، ۷/۱۰ ۵

۱۰۲۔ (إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبىّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ٦٥۔ (۴۰۵)، ۲/۲۸۸

۱۰۳۔ شرح صحيح مسلم للهروى، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة الخ، برقم: ۸۰۱۔ (۳٦۷) (۲۹)، ۷/۱۳۸

المسلّم علیه الله تعالیٰ کما فی الصّلاۃ، وهذا النّوع من السّلام هو الذی ادعی الحلیمی کون الصّلاۃ بمعناه (١٠٤)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے کہ تو اُس تحقیق کا خلاصہ مع اضافہ کے لکھتا ہوں دوسرا اسلام یہ ہے کہ سلام سے دعا کا قصد کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندہ پر نازل فرمائے کہ جس کے لئے دعا کی گئی (جیسے سلام الله علیه یا اللهم سلّم علیه) چاہے اُس کے لئے غائب کا لفظ استعمال کرے یا حاضر کا، پس یہ سلام اُمت کی طرف سے آپ ﷺ (اور حضرت انبیاء و ملائکہ) کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا (اُمتی) اُن کے غیر پر یہ سلام نہ کہے مگر تبعاً (مثلاً کہے حضرت محمد اور آپ کی آل و اصحاب پر سلام ہو) جیسا کہ علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب ''شفاء الغرام'' میں اِس کی صرف اشارہ کیا ہے تو اس وقت ہمارا ''علیہ السلام'' کہنا ہمارے ''علیہ الصلاۃ'' کہنے کے زیادہ مشابہ ہے اُس حیثیت سے کہ مراد ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو پس اِسی میں طلب کے اعتبار سے دینی تعظیم ہے جو ''علیہ الصلاۃ'' میں ہے کہ اُن پر سلام نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ صلاۃ میں، ''سلام'' کی یہی نوع ہے کہ جس کے بارے میں ''حلیمی'' نے ''صلاۃ'' کے اُس (یعنی سلام) کے معنی میں ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مجوزین کو تنبیہ

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جو نام کے ساتھ سلام ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے اس سے مقصود صاحبِ اسم کی تعظیم ہے، عُرفِ اہل

١٠٤۔ روح المعانی سورۃ الأحزاب، الآیة ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٧، مطبوعة دار احیاء التراث العربی، بیروت الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ۔ ١٩٩٩

اسلام نے اس سلام کو انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، لہٰذا غیر نبی و ملک کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' نہیں کہنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم (١٠٥)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ معنی کے اعتبار سے غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال درست ہونے کی بنا پر جو لوگ انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے اِس کا استعمال جائز سمجھتے ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ اہلبیت کرام کی طرح دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی اِس کا یکساں استعمال کریں، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے اور لکھا ہے کہ ''علیہ السلام'' تعظیم و تکریم کے باب سے ہے لہٰذا شیخین کریمین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اِس کے زیادہ حقدار ہیں۔

چنانچہ علامہ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

وقد غلب فی هذا عبارۃ کثیر من النّسّاخ للکتب أن یفرد علیّ رضی الله عنه بأن یقال: "علیه السّلام" من دون سائر الصّحابة، أو کرّم الله وجهه، وهذا وان کان معناه صحیحاً لکن ینبغی أن یسوّی بین الصّحابة فی ذلك، فإن هذا من باب التّعظیم والتّکریم فالشّیخان و أمیر المؤمنین عثمان أولیٰ بذلك منه رضی الله عنهم أجمعین (١٠٦)

یعنی، بعض ناقلینِ کُتُب کی نقل کردہ عبارات میں یہ اکثر پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کرام کے سوا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''کرّم اللہ وجہہ'' لکھا ہوتا ہے اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے پس یہ تعظیم، تکریم کے باب سے ہے۔ تو شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور امیر المؤمنین حضرت

١٠٥۔ فتاویٰ أمجدیه کتاب الحظر و الإباحة، ٤/٢٤٥

١٠٦ تفسیر القرآن لابن کثیر، سورۃ الأحزاب، الآیة ٥٦، فصل ٣/٦٨٥

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس اِطلاق کے زیادہ لائق ہیں۔

اور امام احمد بن محمد قسطلانی لکھتے ہیں:

قد جرت عادة لبعض النّسّاخ أن يفردوا عليّاً وفاطمة رضي الله عنهما بالسّلام، فيقولوا: عليه أو عليهاالسلام من دون سائر الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التّعظيم والتكريم، والشّيخان أولىٰ بذلك منها، أشار إليه ابن كثير(۱۰۷)

یعنی، بعض ناقلین کُتب کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوا صرف حضرت علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ’’علیہ یا علیہا السلام‘‘ لکھتے ہیں، پس کہتے ہیں ’’علیہ السلام، یا علیہا السلام اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگر چہ صحیح ہے لیکن چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اِطلاق میں برابری کی جائے، پس یہ اطلاق تعظیم وتکریم کے باب سے ہے اور اُن سے شیخین کریمین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اس اطلاق کے زیادہ لائق ہیں اسی کی طرف ابن کثیر نے اشارہ کیا۔

یاد رہے کہ یہ اُن لوگوں کو تنبیہ ہے جو معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ’’علیہ السلام‘‘ کا اطلاق غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر تم جائز سمجھتے ہو تو اہلبیت کرام کے لئے ہی کیوں، دیگر صحابہ کرام کے لئے کیوں نہیں ورنہ جمہور علماء غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ’’علیہ الصلاۃ والسلام‘‘ یا ’’علیہ السلام‘‘ کا اطلاق درست قرار نہیں دیتے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔

سلام کا حکم

اور جمہور کے نزدیک ’’سلام‘‘ کا بھی وہی حکم ہے جو ’’صلاۃ‘‘ کا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کیونکہ جب علماء نے لکھا کہ ’’سلام‘‘ ’’صلاۃ‘‘ کی مثل ہے تو دونوں کے حکم میں مماثلت بھی ہوگی۔

۱۰۷۔ المواهب اللدنية المقصد السّابع، الفصل الثّاني، في حكم الصّلاة عليه والتّسليم، ۵۲۶/۲ مطبعة دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶م

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

لكن ذلك مكروه، أو خلاف أولى، أو محرم (۱۰۸)

یعنی، وہ مکروہ ہے یا خلافِ اَولیٰ یا حرام۔

اور قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں:

و يكره في غير الأنبياء لشخص معروف بحيث يصير شعار و لا سيما إذا ترك في حق مثله أو أفضل منه كما يفعله الرّافضة، كذا قال الحافظ ابن حجر (۱۰۹)

یعنی، اِس کا اطلاق غیر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی معروف شخص کے لئے مکروہ ہے اِس طرح کہ وہ شعار ہوگیا (یعنی اس کا استعمال انبیاء و ملائکہ کے لئے ہوتا ہے) خصوصاً جب اِس اِطلاق کو اُن (حضرت علی رضی اللہ علیہ) کے مثل یا اُن سے افضل (یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے حق میں ترک کر دیا جائے جیسا کہ رافضہ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اسی طرح کہا ہے۔

جمہور کے نزدیک راجح یہی ہوگا کہ مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ ’’صلاۃ‘‘ کا یہی حکم ہے۔

علامہ سلیمان بن عمر شافعی لکھتے ہیں:

و يكرهان على غير الرُّسل و الملائكة إلّا تبعاً لأنه صار في العُرف شعاراً لذكر الرّسل ﷺ، و لذلك كره أن يقال: محمد عزّ وجلّ و إن كان عزيزاً جليلاً اهـ. كرخي (۱۱۰)

یعنی، ’’صلاۃ‘‘ اور ’’سلام‘‘ دونوں غیر رُسل و ملائکہ کے لئے کہنا مکروہ

۱۰۸۔ شرح العلامة الزّرقاني على المواهب، المقصد السّابع، الفصل الثّاني، ۲۳۴/۹، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶م

۱۰۹۔ تفسير المظهري، سورة التوبة، الآية ۱۰۳، ۲۶۹/۴

۱۱۰۔ الفتوحات الإلهية سورة (۳۳) الأحزاب، الآية ۵۶، ۲۰۳/۶، مطبوعة دار الفكر، بيروت، ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳م

ہے مگر تبعاً (یعنی تبعاً مکروہ نہیں ہیں) کیونکہ یہ دونوں عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گئے، اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجل اگر چہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

علامہ محمد طاہر ابن عاشور لکھتے ہیں:

و لم يقصدوا بذلك تحريماً، و لكنه اصطلاح و تمييز لمراتب رجال الدّين، كما قصروا الرِّضَى على الأصحاب و أيمة الدّين، و قصروا كلمات الإجلال نحو: تبارك و تعالىٰ، و جلّ جلاله، على الخالق دون الأنبياء و الرّسل (١١١)

یعنی، انہوں نے اِس سے حرام ہونے کا قصد نہیں کیا مگر یہ ایک اصطلاح ہے اور رجالِ دین کے مراتب کو ممتاز کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ انہوں نے ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کا صحابہ اور ائمہ دین کے لئے مقصود کر دیا، اور (یونہی) تعظیم کے کلمات جیسے ’’تبارک و تعالیٰ‘‘، ’’جل جلالہ‘‘ خالق تعالیٰ کے لئے مقصود کر دیئے نہ کہ انبیاء اور رسولوں کے لئے۔

لہٰذا انفراداً غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ’’علیہ السلام‘‘ کہنے کا وہی حکم ہوگا جو ’’صلاۃ‘‘ کا حکم ہے اور ’’صلاۃ‘‘ کے لئے فقہاء کرام نے لکھا تھا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اہل بدعت کا اختراع

صلاۃ یا سلام کا غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے استعمال اہل بدعت یعنی روافض کی اختراع ہے اور وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اپنی ائمہ کو نبی ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی نے نقل کیا کہ:

أيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً في الصّدر الأوّل كما قال أبو عمران، و إنما أحدثته الرّافضة و المتشيّعة في بعض الأئمّة

١١١۔ تفسير ابن عاشور، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٩٦، ٣٢٥/٢١

فشاركوهم عند الذّكر لهم بالصّلاة و ساوَوْهم بالنّبيّ ﷺ في ذلك (١١٢)

یعنی، نیز یہ وہ امر ہے جو صدرِ اول میں معروف نہ تھا جیسا کہ ابو عمران نے فرمایا اور اِس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیّعہ نے بعض اَئمہ (اہلِ بیت) کے لئے کی ہے پس انہوں نے اُن کے ذکر کے وقت انہیں ’’صلاۃ‘‘ میں شریک کر لیا اور انہوں نے انہیں نبی ﷺ کے برابر کر لیا۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (١١٣) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (١١٤) لکھتے ہیں:

أن أهل البدع قد اتخذوا ذلك شعارًا في الدّعاء لأئمّتهم و أمرائهم، و لا يجوز التّشبّه بأهل البدع

یعنی، اہلِ بدعت نے اِسے اپنے ائمہ اور اُمراء کے لئے شعار بنا لیا اور اہلِ بدعت سے مشابہت جائز نہیں ہے۔

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون و يسلّمون على أهل البيت (١١٥)

یعنی، پس روافض اہلِ بیت پر (اصالۃً) درود و سلام بھیجتے ہیں۔

اور امام فخر الدین رازی شافعی لکھتے ہیں:

و الشّيعة يذكرونه في عليٍّ و أولاده الخ (١١٦)

١١٢۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثّاني، الباب الرّابع في حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، فصل في اختلاف في الصّلاة على غير النّبيّ ﷺ الخ، ص٢٨٧

١١٣۔ المُفهم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٢٠، ٤٢/٢

١١٤۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

١١٥۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص١١

١١٦۔ التفسير الكبير، سورة التوبة الآية:١٠٣، ١٣٦/١٦/٦

یعنی، اور شیعہ ''صلاۃ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے لئے ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بدعت کا شعار

بلکہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ غیر نبی و فرشتہ کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا بد مذہبوں کا شعار ہے چنانچہ علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی اور علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں کہ

لأنه شعار أهل البدع (١١٧)

یعنی، کیونکہ وہ اہلِ بدعت کا شعار ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

أن ذلك شعار أهل البدع، و لأن ذلك مخصوص فی لسان السّلف بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام (١١٨)

یعنی، بے شک وہ یعنی غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شعار ہے، اور اس لئے کہ ''صلاۃ'' اور ''سلام'' اسلاف کے ہاں انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام کے ساتھ خاص ہے۔

اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

لأن إفراد عليّ و فاطمة بذلك صار من شعار أهل البدع (١١٩)

یعنی، کیونکہ صرف حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ''علیہ السلام'' یا ''علیہا السلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شعار ہے۔

غیر نبی و مَلک کے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کا استعمال جب تک اہلِ بدعت کا شعار نہ بنا تھا علماءِ اسلام نے اِس کی شدید مخالفت نہ کی تھی اور جب یہ شعار ہو گیا تو علماءِ دین نے اس سے منع کرنا شروع کر دیا جیسا کہ شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اِسی کی طرف

١١٧۔ حاشية ابن التمجيد، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٥/٥١٦) (الحديقة الندية ١/٩

١١٨۔ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ١٠/٥١٨

١١٩۔ شرح العلامة الزرقانی، المقصد الثّانی فی حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، ٩/٢٣٤

اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہلبیت رسول از ذریّت و ازواج مطہرہ و در کُتب قدیمہ از مشائخ اہلسنّت و جماعت کتابت آں یافتہ مے شود و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ (١٢٠)

یعنی، متقدمین میں اہلبیتِ رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہلسنّت کی پُرانی کُتب میں اِس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متاخرین میں اِس کا ترک متعارف ہے۔

متقدمین میں بھی اس وقت جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ بنا تھا اور وہ بھی بلا تخصیص، جب یہ شیعہ کا شعار ہو گیا تو متاخرین نے بھی ترک کر دیا اب وہی عمل ہو گا جو متاخرین میں ہو۔(١٢١)

اور ہمیں اُن کے شعار سے منع کیا گیا ہے چنانچہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

قد نهينا عن شعارهم (١٢٢)

یعنی، ہمیں اُن کے شِعار سے رُوکا گیا ہے۔

اور اسی شِعار کی وجہ سے فقہاء کرام نے غیر نبی و مَلک کے لئے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کے ذکر سے منع کیا ہے، چنانچہ حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إن صلى على غيره على سبيل التبع كقوله: صلى الله على النّبيّ و آله، فلا كلام فيه و أما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصّلاة فمكروه وهو من شعار الرّافض (١٢٣)

یعنی، اور اگر کسی نے حضور ﷺ کے غیر پر تبعاً ''صلاۃ'' کہی جیسے کہا ''صَلّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَ آلِہٖ'' تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ہاں حضور ﷺ کے اہلِ بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ

١٢٠۔ أشعة اللمعات شرح مشكاة، ١/٤٢٤

١٢١۔ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے علیہ السلام بلا وبیکی ص ۱۷

١٢٢۔ الحديقة النّديّة شرح الطّريقة المحمّديّة ١/٩

١٢٣۔ مدارك التنزيل، سورة الأحزاب، ٢/٣/٣١٢

ہو گی کیونکہ یہ شعارِ روافض ہے۔

اہلِ بدعت سے مشابہت

اور اہلِ بدعت روافض کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

فإن التّشبّه بأهل البدع منهي عنه (١٢٤)

یعنی، اہلِ بدعت سے تشبّہ ممنوع ہے۔

اور اہلِ بدعت سے مراد بد مذہب ہیں چنانچہ علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و المراد بهم أصحاب المذاهب الباطلة (١٢٥)

یعنی، اور ان سے مراد اصحابِ مذاہبِ باطلہ ہیں۔

بد مذہبوں کی مخالفت

جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بنا پر ہو اس کام میں بد مذہبوں کی مخالفت ضروری ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ

فتجب مخالفتهم فيما التزموه من ذلك (١٢٦)

یعنی، اہلِ بدعت (بد مذہب) جس اَمر کا التزام کریں اُس میں اُن کی مخالفت واجب ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

یعنی، اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے مخالفت واجب ہے۔(١٢٧)

١٢٤۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الإختلاف الخ، ص ٢٨٧

١٢٥۔ نسيم الرياض، القسم الثاني، الباب الرابع، ٥/٩٤

١٢٦۔ الشفاء بتعريف حقوق سيدنا المصطفى، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف الخ، ص ٢٨٧

١٢٧۔ شرح الشفاء القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف الخ، ٢/١٤٩

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

لا يخفى أن كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، أيضاً لا مطلقاً بل في المذموم و فيما قصد به التّشبّه بهم فلا تغفل (١٢٨)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مسلّم ہے نیز مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ مشابہت کا قصد کیا جائے، پس تو غافل نہ ہونا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: و كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، لكن لا مطلقاً بل في المذموم، و فيما قصد به التّشبّه بهم كما قدّمه الشارح في مفسدات الصّلاة (١٢٩)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ تشبّہ کا قصد کیا جائے جیسا کہ شارح (علامہ حصکفی) نے پہلے مفسداتِ نماز کے بیان میں ذکر کیا۔

اور ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے:

و في "الخلاصة" أيضاً أن في "الأجناس" عن أبي حنيفة لا يصلّى على غير الأنبياء و الملائكة و من صلّى على غيرها لا على وجه التبعية فهو غالٍ من الشّيعة التي نسمّيها الرّوافض (١٣٠)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ''اجناس'' سے ہے کہ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی پر ''صلاۃ'' نہیں کہی جاتی اور جو اُن کے غیر پر

١٢٨۔ روح المعاني، سورة الأحزاب، الآية: ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٩

١٢٩۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ١٠/٥١٩

١٣٠۔ بحواله شرح فقه اكبر، ص ٢٠٤

بالاستقلال وہ لوگ "صلاۃ" کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں ۔(۱۳۱)

آخری بات

غیر انبیاء وملائکہ کے لئے انفراداً "صلاۃ" یا "سلام" کہنا علماء کرام نے مکروہ تنزیہی لکھا ہے مگر جب اُن کی اس بات کو دیکھا جائے کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لئے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی اور ملا علی قاری حنفی وغیر ہما نے لکھا تو اس سے اجتناب مؤکد ہو جاتا ہے اگر فقہاء کرام میں سے اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو اُن کے استعمال میں اہلِ بدعت تشبّہ سے مقصود نہیں ہوتا، نہ ہی اُن سے اِس کا گمان کیا جا سکتا ہے مگر اُن کے اِس فعل سے عوام الناس کو اِس کی ترغیب ملتی ہے ۔اس لئے انہیں چاہئے کہ عوام میں اس کی ترغیب کو روکنے کے لئے حُسن تدبیر سے کام لیں ۔

اور پھر فقہاء کرام کا یہ قول کہ اہل بدعت کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے، اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس فعل سے اشد اجتناب کیا جائے، مگر ہم وہی بات کہیں جو ہمارے اسلاف کے اقوال سے بالاتفاق مستفاد ہوتی ہے کہ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے بالاستقلال نہ "صلاۃ" کہنی چاہئے اور نہ ہی "سلام"۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۳۱۔ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام لا اویسی ص ۱۸

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے خاص ہے یا دیگر محدثین کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے بھی کہا اور لکھا جا سکتا ہے کیا کسی محدث یا فقیہ نے کسی غیر صحابی کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تابعین یا بعد کے علماء دین کے لئے "رضی اللہ عنہ" کہا جائے تو بھی جائز ہے "رضی اللہ عنہ" صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں، صحابہ کرام کے غیر تابعین عظام، علماء وصلحاءِ اُمت کے لئے بھی کہا جا سکتا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن کریم سے تائید

قرآن کریم سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے، پارہ تیس "سورۃ البینۃ" میں ہے:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾ (۱)

"رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈریں"۔

جیسا کہ "تفسیر مدارک" میں ہے ﴿ذٰلِکَ﴾ ای الرضا ﴿لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾ (۲)
اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں

۱۔ البینۃ: ۹۸/۸

۲۔ تفسیر النسفی، سورۃ البینۃ ۲/ ۴/ ۳۷۱

ربّ کی خشیت ہو۔

اور ربّ کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"هذه الآية إذا ضمّ إليها آية أخرى صارالمجموع دليلاً على فضل العلم والعلماء، وذلك لأنه تعالى قال: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٣) فدلّت هذه الآية على أن العالم يكون صاحب الخشية" (٤)

یعنی، اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اُس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔

اور "تفسیر روح البیان" میں اس آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ کے تحت ہے:

"ذلك الخشية التي هي من خصائص العلماء بشؤون اللّٰه تعالى مناط لجميع الكمالات العلمية والعلمية المستتبعة للسعادات الدينية والدنيوية قال اللّٰه تعالى: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٥)

یعنی، خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کو خاصہ ہے، اِسی پر تمام کمالاتِ علمیہ و عملیہ کا دارومدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خاصہ یہ ہوا کہ "رضی الله عنهم" و "رضوا عنه" اس کے لئے ہے جسے خشیتِ الٰہی

٣۔ فاطر:٣٥/٢٨

٤۔ التفسير الكبير للرّازي، سورة البيّنة، الآية:٨، ١١/٣٢/٢٥٢

٥۔ فاطر:٣٥/٢٨، تفسیر روح البیان، سورة (٩٨) البيّنة الآية: ٨، ١٠/٥٨٩

ہو اور خشیتِ الٰہی خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ "رضی الله عنهم" و "رضوا عنه" خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے (٦) نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور "تفسیر خازن" (٧) و "تفسیر معالم التنزیل" (٨) میں ہے:

"قال الشعبي: إنما العَالِمُ مَن خَشِيَ اللّٰهَ عزّوجلّ"

یعنی، امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزّ وجل کی خشیت حاصل ہو۔

اور اسی میں ہے:

"قال الرَّبِيعُ بنُ أنسٍ: مَنْ لَمْ يَخْشَ اللّٰهَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ" (٩)

یعنی، امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیتِ الٰہی حاصل نہ وہ عالم نہیں۔

٦۔ اس لئے جلیل القدر علماء و مشائخ کے علاوہ دوسروں کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے سے اجتناب برتنا چاہئے اور خصوصاً ایسے لوگوں کے لئے ہرگز ہرگز اس کا استعمال ممنوع اور اشد ممنوع حرام ہوگا کہ جو بدمذہب و بدعقیدہ تھے اور اُن کی بدعقیدگی حدِ کفر کو پہنچی ہوئی تھی اور علماء عرب و عجم نے اُن کی عبارات کے کفریہ ہونے پر اتفاق کیا تھا، ایسے لوگ اگر اُن کی بدعقیدگی پر مطلع ہو کر اُن کے لئے "رضی" یا "رحم" کے کلمات کہیں گے تو کہنے والوں کا اپنا ایمان چلا جائے گا پھر اگر وہ شادی شدہ ہیں تو نکاح بھی اور اگر کسی جامع شرائط سے بیعت ہوں گے تو بیعت بھی اور اُن پر توبہ کے بعد تجدید ایمان نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہوں گے، میں نے یہ اس لئے لکھا کہ ابھی یہ تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ "دار الافتاء" میں میرے پاس پنجاب سے ایک استفتاء آیا جس میں اس طرح کے کلمات مذکور تھے۔

٧۔ تفسیر خازن، سورة فاطر، الآية:٢٨، ٣/٤٥٦

٨۔ تفسير البغوى، سوره فاطر، الآية: ٢٨، ٣/٤٩٢

٩۔ تفسیر خازن، سورة فاطر، الآية: ٢٨، ٣/٤٥٦، اور اسی میں ہے کہ قال مقاتل: أشد النّاس خشيةً لِلّٰه أعلَمُهُم به (٣/٤٥٦) "یعنی حضرت مقاتل نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی اشد خشیت رکھنے والے وہ ہیں جو اس کی زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں"

ثابت ہوا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صرف باعمل علماء و مشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عُرف میں بڑا موقّر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اِسے صحابہ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا اِسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء و مشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے، جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ ملخصاً(١٠)

بعض لوگوں کے قول کی حیثیت

اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ غیر صحابہ کے لئے صرف ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے لیکن صحیح یہی ہے کہ اُن کے لئے بھی ''رضی اللہ عنہ'' کہا جا سکتا ہے چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

وأمّا ما قال بعض العلماء: إن قوله: "رضى اللّٰه عنه" مخصوص بالصحابة، ويقال فى غيرهم: "رحمة اللّٰه" فقط، فليس كما قال: ولا يوافق عليه، (١١)

یعنی، اگرچہ بعض علماء نے کہا کہ یہ قول کہ ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے، ایسے نہیں ہے جیسے اِس قائل نے کہا اور اِس قول پر موافقت نہیں کی گئی۔

علامہ سید محمد ابوالسعود شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

قال بعضهم: لايجوز بل الرّضى مخصوص بالصّحابة، ويقال لغيرهم "رحمه اللّٰه" فقط وقال النّووى: الصّحيح وعليه الجمهور استحبابه (١٢)

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ (غیر صحابہ کے لئے) جائز نہیں ہے بلکہ

١٠۔ فتاوىٰ فيض الرّسول، كتاب الحظر و الإباحة، ٢/٤٩٤، ٤٩٥

١١۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم باب الصّلاة على غير الأنبياء فصل: يستحب الترضىٰ الخ ص ١٥٤، مطبعة دار البيان، دمشق

١٢۔ فتح المعين كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٣/٥٦٢، مطبوعة مكتبة العجائب از حرالعلوم، كوئٹة

''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے اور امام نووی فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ جس پر جمہور علماء کرام ہیں وہ یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ (یعنی یہ ترتیب مستحب ہے)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ويقال لغيرهم: رحمه اللّٰه فقط، وقال النّووى هذا غير صحيح بل الصّحيح الذى عليه الجمهور استحبابه (١٣)

یعنی، اُن کے غیر کے لئے فقط ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے تو امام نووی نے فرمایا یہ قول صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح وہی ہے کہ جس پر جمہور علماء ہیں وہ یہ کہ یہ (ترتیب) مستحب ہے۔

مستحب ترتیب

علماء کرام نے اِسے مستحب قرار دیا ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور اُن کے غیر علماء و صلحاء کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہا جائے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی متوفی ١٠٠٤ھ، (١٤) علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ (١٥) اور علامہ شامی کے استاذ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (١٦) لکھتے ہیں:

ويستحب التّرضى للصّحابة والتّرحّم للتّابعين ومن بعدهم من العلماء والعبّاد وسائر الأخيار

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور تابعین

١٣۔ الحديقة النّديّة شرح الطّريقة المحمّدية ١/٩

١٤۔ تنوير الأبصار مع شرحه كتاب الخنثى، مسائل شتى ص٧٥٩، مطبعة دار الكتب العلمية، بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣ هـ۔٢٠٠٢م

١٥۔ الدّرّ المختار، ص٧٩٩

١٦۔ الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة ١/٩

عظام اور ان کے بعد کے علماء، عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ’’رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ‘‘ کہنا مستحب ہے۔

علامہ محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

وقال فی "شرح المقدمة" للقرمانی: یستحب التّرضی للصّحابة والتّرحم للتّابعین ولمَن بعد مِن العلماء والعبّاد وسائر الأخیار (۱۷)

یعنی ’’شرح المقدمہ للقرمانی‘‘ میں فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ تابعین اور اُن کے بعد والے علماء عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ’’رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ‘‘ کہنا مستحب ہے۔

اور علماء کرام نے اِس کے استحباب کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ علامہ ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

والأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالتّرضی، لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضی من اللّٰه، ویبالغون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما لحقهم من الابتلاء من جهة أشدّ الرّضی، وللتّابعین بالرّحمة ولمَن بعدهم بالمغفرة (۱۸)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اور علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری قادری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

ثم الأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالرّضا فیقول: "رضی اللّٰه عنه" لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضا من اللّٰه تعالیٰ، ویجتهدون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما یلحقهم من الابتلاء من جهة أشدّالرّضا، فهؤلاء أحق بالرّضا، وغیرهم لایلحق أدناهم، ولوأنفق مِل الأرض ذهباً، وللتّابعین بالرّحمة فیقول: "رحمهم اللّٰه" ولمَن بعدهم بالمغفرة والتّجاوز عنهم لکثرة ذُنوبهم، ولقلّة

۱۷۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵٦۲/۳

۱۸۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵٦۲/۳

اهتمامهم بالأمور الدّینیّة. واللفظ للزیلعی (۱۹)

یعنی، پھر اَولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ’’رضی‘‘ کے ساتھ دعا کرے پس کہے ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہم‘‘ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں مبالغہ کیا کرتے تھے اور ہر اُس کام کے کرنے میں مبالغہ کرتے تھے کہ جس سے وہ باری تعالیٰ اُن سے راضی ہو جائے اور وہ اللہ عزّ وجلّ کی جناب سے لاحق ہونے والی آزمائش پر اللہ کی رضا کے ساتھ راضی ہو جائے، تو وہ ’’رضی اللہ عنہ‘‘ (کہے جانے) کے زیادہ حقدار ہیں اور اُن سے کم درجہ والا اُن کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اگر چہ زمین بھر سونا خیرات کر دے اور تابعین کے لئے ’’رحمت‘‘ کے ساتھ دعا کرے اور جو اُن کے بعد ہوئے اُن کے لئے کثرتِ ذُنوب اور اُمورِ دینیہ میں قِلّتِ اہتمام کی بنا پر اُن کے لئے مغفرت و تجاوز کی دعا کی جائے۔

اور اِس ترتیب کے استحباب پر دلائل کثیر ہیں چنانچہ امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دلائله أکثر مِن أن تحصر (۲۰)

یعنی، اس کے دلائل شمار سے باہر ہیں۔

اس ترتیب کا عکس

اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس ترتیب کا عکس بھی جائز ہے چنانچہ علامہ تمرتاشی لکھتے ہیں:

وکذا یجوز عکسه علی الرّاجح (۲۱)

۱۹۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۳٦٦/۹، مطبعة دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھـ ۲۰۰۰م، تکملة البحر الرائق، کتاب الخنثیٰ مسائل شتی، ٤٦۸/۷

۲۰۔ کتاب الأذکار ص ۱۵٤

أیضاً الحدیقة النّدیّة شرح الطّریقة المحمّدیّة ۹/۱

أیضاً فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، ۵٦۲/۳

۲۱۔ تنویر الأبصار مع شرحه، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ص ۷۵۹

یعنی، اِسی طرح راجح قول کے مطابق اِس کا عکس (یعنی اُلٹ) جائز ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ:

التّرحم للصّحابة، والتّرضی للتّابعین، ومَن بعدهم (۲۲)

یعنی، عکس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ترحّم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور تابعین اور اُن کے بعد والوں کے (علماء وصلحاء) لئے ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنا۔

اور لکھتے ہیں کہ:

قوله: "علی الرّاجح" ذکره القرمانی (۲۳)

یعنی، علامہ تمرتاشی کا قول کہ ''راجح قول کے مطابق'' اِسے علامہ قرمانی نے ذکر کیا ہے۔

یہی قول راجح ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب کا اُلٹ بھی جائز ہے اور علماء کرام لکھتے ہیں کہ ترحّم، وترضی کا استعمال بلا تخصیص جائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبرّ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

والذی اختاروا فی هذا الباب أن یقال: اللهم ارحم فلاناً واغفرله، ورَحِم الله فلاناً، غفرلهٗ، ورَضِیَ عنه ونحو هذا من الدّعاء له والتّرحّم علیه (۲٤)

یعنی، وہ جسے علماء کرام نے اِس باب میں اختیار کیا وہ یہ ہے کہ کہا جائے۔ اللهم ارحم فلاناً، اَللّٰهم اغفرله، رَحِم الله فلاناً، غفرالله له، رَضِیَ اللّٰهُ عنه، اور اِسی کی مثل اُس کے لئے دعا اور اُس پر ترحّم۔

۲۲۔ الدّرالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ص۷۵۹

۲۳۔ الدّرالمختار شرح تنویر الأبصار، ص۷۵۹

۲٤۔ الإستذکار، کتاب قصر الصّلاة فی السّفر، باب ماجاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ ۲۰۳٦۸/۳۲٤/۲، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی نقل کرتے ہیں کہ:

ویذکر من سواهم من الأئمّة وغیرهم بالغُفران والرِّضَی کما قال الله تعالیٰ: ﴿**یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ**﴾ (۲۵) وقال تعالیٰ: ﴿**وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ**﴾ (۲٦)

یعنی، ان کے سوا اور ائمہ وغیرہم کے ساتھ ''غفر'' اور ''رضی'' کا لفظ ذکر کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ اُن سے راضی''۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و یخصّ غیرهم من المؤمنین بالدّعا بالرّضا و المغفرة، و الرّحمة، و کذا ذکرهم الله تعالیٰ، فقال: ﴿**وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ**﴾ (۲۷) ﴿**رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ**﴾ (۲۸) ﴿**رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ**﴾ (۲۹) ﴿**وَ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا**﴾ (۳۰) و ﴿**وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا**﴾ (۳۱)، و لأن

۲۵۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۲٦۔ التوبة: ۱۰۰/۹، الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثّانی، الباب الرّابع فی حکم الصّلاة، فصل فی الاختلاف الخ، ص۲۸۷

۲۷۔ المائدة: ۱۱۹/۵ و التوبة: ۱۰۰/۹

۲۸۔ الفتح: ۱۸/٤۸

۲۹۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۳۰۔ البقرہ: ۲۸٦/۲

۳۱۔ المؤمن: ۷/٤۰

مثل هذا هو المعروف من عمل الصّحابة، و الصّدر الأوّل (۳۲)

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے غیر مؤمنین کو، رضا، مغفرت اور رحمت کی دعا سے خاص کیا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر فرمایا، پس فرمایا: ''اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''۔ ''اللہ راضی ہو ایمان والوں سے''۔ ''اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے''۔ ''ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر''۔ ''اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں''

اس لئے بعض علماء نے ترضی، ترحم دونوں کے بلا تخصیص استعمال کو صحابہ و غیر صحابہ سب کے لئے مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

یستحب التّرضي والتّرحم علی الصّحابة والتّابعین فمن بعدهم من العلماء وسائر الأخیار فیقال: رضي اللّٰه عنه، أو رحمه اللّٰه، ونحو ذلك (۳۳)

یعنی ''ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا) اور ترحم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا) صحابہ، و تابعین اور جو اُن کے بعد علماء اور تمام اخیار میں سے ہوئے سب کے لئے مستحب ہے۔

محدّثین و فقہاء و علماء کا عمل

اور جب مُحدِّثین کرام، فقہاء کرام اور علماء عظام کی کُتب کو دیکھا جائے تو اُن کی عبارت میں بکثرت ملے گا کہ انہوں نے غیر صحابہ کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اُن

۳۲۔ إکمال المعلم، کتاب الصّلاة، باب الصّلاة علی النّبيّ ﷺ بعد التشهد برقم: ۷۰ (۴۰۸)، ۳۰۵/۲

۳۳۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاة علی رسول اللّٰه ﷺ باب الصّلاة علی غیر الأنبیاء الخ، فصل: یستحب التّرضي الخ، ص ۱۵۴

میں سے چند فقہاء و محدِّثین اور اُن کی کُتب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن میں انہوں نے غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام المحدِّثین امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت اویس قرنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۳۴)

اور مُحدِّث کبیر حضرت شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی بخاری نے اپنی مشہور کتاب ''اشعۃ اللمعات'' میں حضرت اویس قرنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۳۵) اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں ہیں مگر ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ نے آپ کو 'خیر التابعین' فرمایا ہے کہ ''صحیح مسلم'' (۳۶) میں ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی نہیں ہیں اور ایسے تابعی (۳۷)

۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب فضائل أُویس القرني رضي الله عنه، برقم: ۵۵/۱۰۱، ص ۱۲۲۸

۳۵۔ أشعة اللّمعات، کتاب الفتن، باب ذکر الشام و ذکر أویس القرني، الفصل الأول، ۷۴۳/۴

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أُویس القرني، برقم: ۶۵۸۳-۲۲۴/ (۲۵۴۲)، ص ۱۲۲۸

۳۷۔ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا اور ان صحابہ سے ملاقات کا بھی انکار کیا کہ جن سے ملاقات ثابت ہے وہ بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو مانتے ہیں اور حافظ ولی الدین عراقی سے امام ابو حنیفہ کے تابعی ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور تابعی ہونے کے لئے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل کر لینا ہی کافی ہے (تبییض الصحیفة، ذکر من أدرکه من الصحابة رضي الله عنهم، ص ۲۴، ۲۵) اور ملا علی قاری نے بھی حافظ ولی الدین عراقی کے قول کو نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حافظ عراقی نے حدیث شریف طوبیٰ لمن رآني الخ سے استدلال کیا (شرح شرح نخبة الفکر، التابعي، ص ۱۸۵) اور جسے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے وہ تابعی کیسے نہیں ہو سکتا حالانکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''بے شک خیر التابعین وہ شخص ہے جسے اویس کہا جائے گا اور ان کی والدہ (حیات) ہوں گی''۔ الحدیث (رواه مسلم في فضائل الصحابة، باب من فضائل أُویس القرني رضي الله عنه، برقم: ۶۵۸۲/۲۲۳ (۲۵۴۲)، ص ۱۲۲۸) تو حضور ﷺ نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام کی

ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے (۳۸) اُن کو خاتم المحققین حضرت علامہ سید محمد امین ابن عابد شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "ردالمحتار" میں "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے (۳۹) اور علامہ شامی نے اپنی اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت امام شافعی (۴۰) کو "رضی اللہ تعالیٰ

زیارت کے علاوہ کوئی شئے آپ سے معروف نہیں یعنی کسی صحابی سے آپ کی کوئی روایت معروف نہیں ہے، صرف صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جانا ہی بہت بڑا فضل ہے اگر چہ وہ صحابی سے کچھ نہ سُنے کیونکہ امام طبرانی نے روایت کی حضور ﷺ نے فرمایا: "طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِیَ، وَ طُوْبٰی لِمَنْ رَأَی مَنْ رَآنِیَ" الحدیث (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فیمن رأی النبی ﷺ رآهم برقم: ۱٦٤۱۷، ۵۵۱/۹) یعنی، خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے اُسے دیکھا جسے میں نے دیکھا"۔ اور امام نووی شافعی نے تابعی کی تعریف میں فرمایا کہ "کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو، اور کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی ملاقات کا شرف حاصل ہو اور یہی قول اظہر ہے۔ (تقریب النووی مع شرحه، النوع الأربعون، ۲۰٦/۲) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنی مشہور کتاب "شرح نخبۃ الفکر" میں اسی قول کو مختار قرار دیا کہ "کسی شخص کے تابعی ہونے کے لئے صحابی کی رویت (زیارت) کافی ہے۔ (شرح نخبة الفکر، التابعی، ص۱۰۲) اور امام سیوطی لکھتے ہیں قال العراقی: و علیه عمل أکثر أهل الحدیث (تدریب الراوی، النوع الأربعون، ۲۰٦/۲)

۳۸۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے امام ابوحنیفہ نے جن صحابہ سے حدیث روایت کی اُن کے بیان میں ایک جز تالیف فرمایا اور اس میں ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور وہ (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن جز ءزبیدی، (۳) جابر بن عبداللہ، (۴) معقل بن یسار، (۵) واثلہ بن اسقع، (٦) عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم (تبییض الصحیفة، ذکر من أدرکه من الصحابة رضی الله عنهم ص ۲۲، ۲۳) یہاں پر سات کا ذکر کیا اور چھ کے اسماء بیان کئے گئے اور امام سیوطی نے نے عبداللہ بن ابی اوفی اور عبداللہ بن اُنیس کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۲٤)

۳۹۔ مفتی جلال الدین امجدی نے اپنے فتاویٰ میں "ردالمحتار" مطبوعہ دیوبند کے حوالے سے لکھا کہ علامہ شامی نے امام اعظم کو صرف پہلی جلد (ص ۳۵، ۳٦، ۳۷، ۳۸) میں کل چھ جگہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الحظر و الإباحة ۴۹۲/۲)

٤۰۔ ردّالمحتار علی الدُّرّالمختار، المقدمة مطلب: یجوز تقلید المفضول الخ، ۱۳٦،۱۳۵/۱

عنہ" لکھا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، (٤۱) حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔

اور علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب "درمختار" میں حضرت امام ابوحنیفہ (٤۲) اور امام شافعی (٤۳) کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک (٤٤) کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی نہ تھے کہ اِن میں سے صرف امام ابوحنیفہ تابعی تھے، باقی دونوں تابعی بھی نہ تھے اور عبداللہ بن مبارک کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے "تفسیر کبیر" میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے (٤۵)

شارح صحیح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی حنفی نے "صحیح بخاری" کی شرح "عمدۃ القاری" میں امام اعظم امام ابوحنیفہ کو (٤٦) اور امام شافعی کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے (٤۷)

اور سید العلماء سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی مشہور تصنیف "حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح" میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔ (٤۸)

٤۱۔ ردالمحتار، المقدمة مطلب، یجوز تقلید المفضول الخ ۱۳۱/۱، مطبعة: دارالمعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

٤۲۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمة ص ١٤

٤۳۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمة، ص ۱۵

٤٤۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمة ص ١٤

٤۵۔ التفسیر الکبیر للرازی، ۳۸۲/٦

٤٦۔ عمدة القاری، مقدمه باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله ﷺ، بیان اللّغة، تحت قوله: "وقول الله تعالیٰ" ۱۵/۱

٤۷۔ عمدة القاری، مقدمه، باب کیف کان بدء الوحی الخ، بیان نوع الحدیث ص ۲۲/۱

٤۸۔ حاشیة الطّحطاوی علی مراقی الفلاح خطبة الکتاب، ص۱۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت۔ أیضاً ص۱۱، مطبوعة: قسطنطنیة و قدیمی کتب خانه کراتشی

اور امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' حضرت امام شافعی (٤٩) کو، امام ابو حنیفہ کو اور امام مالک بن دینار کو (٥٠) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرات'' میں امام مالک کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (٥١)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ ''فتح الباری'' (٥٢) میں امام بخاری کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی کتاب میں حضرت امام شافعی کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا۔ (٥٣)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے ''تبییض الصحیفہ'' میں امام ابو حنیفہ کو ''رضی اللہ عنہ'' لکھا (٥٤) اور اسی کتاب میں امام شافعی (٥٥) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

اور شارح صحیح مسلم امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے ''شرح صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں حضرت امام مسلم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا (٥٦) اور امام ابو

٤٩۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الأول فی فضیلة الأوراد، بیان أعداد الأوراد الخ، ٢/١٧، و بیان اختلاف الأوراد الخ، ٢/٢٩، و الباب الثانی فی الأسباب المیسرة الخ، ٢/٣٧

٥٠۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الثانی فی الأسباب المیسرة الخ، فضیلة قیام اللیل، ٢/٣٧

٥١۔ مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، ص١١، مکتبه ومطبة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ١٣٧٧ھ۔ ١٩٥٨م

٥٢۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الأول، ١/٧

٥٣۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الثانی، ١/١٥۔ و طبع السلفیة، ١/٦

٥٤۔ تبییض الصّحیفه ص١٧، مطبعه ادارة القرآن دار العلوم الإسلامیه الطبعة الثانیة ١٤١٨ھ

٥٥۔ تبییض الصّحیفة سنة ولادة أبی حنیفة الخ، ص ١٢٥

٥٦۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ١/١/١٤، ١٨ و فصل، ١/١/١٩

عبد اللہ محمد بن الفضل الفراوی کو (٥٧)، اسی طرح حافظ ابو القاسم دمشقی المعروف با بن عساکر کو (٥٨) اور امام ابو عمرو بن الصلاح کو (٥٩) میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے، جن کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ اور ''کتاب الأذکار'' میں حضرت ابو علی فضیل بن عیاض کو (٦٠) اور حضرت ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری کو، حضرت ابو علی دقاق کو (٦١) اور حضرت شیخ ابو بکر احمد بن محمد کو (٦٢) اور امام بخاری اور امام مسلم کو (٦٣) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے، اور محدّث کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری نے ''اشعۃ اللمعات'' میں حضرت امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (٦٤) اور اسی کتاب کی اسی جلد میں حضرت شیخ محقق نے امام بخاری کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔ (٦٥)

اور حدیث کی مشہور کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاحبِ مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا (٦٦) جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ اُن کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری نے اپنی مشہور تصنیف ''نسیم الریاض'' میں حضرت علامہ قاضی عیاض کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (٦٧) اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے

٥٧۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ١/١/١٥

٥٨۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ١/١/١٥

٥٩۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ١/١/١٩

٦٠۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ٢٤، مطبوعة دار البیان، بیروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٤ھ ٢٠٠٣م

٦١۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ٢٥

٦٢۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ٣٢

٦٣۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ٣٤

٦٤۔ اشعة اللمعات مقدمه در احوالِ محدّثین، ١٠/١٦

٦٥۔ أشعة اللمعات، مقدمه در احوالِ مُحدّثین، ١/٩

٦٦۔ مشکاة المصابیح، مقدمة المؤلّف، ١۔٢/٢٠

٦٧۔ نسیم الرّیاض، مقدمة کتاب الشفاء ١/١٦

چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ اُن کا انتقال ۵۶۱ھ میں ہوا۔

اور سیّد المحققین حضرت شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی بخاری نے ''اشعۃ اللمعات'' میں اور ''اخبار الاخیار'' میں کُل پندرہ مقامات پر حضور غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے،(۶۸) جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی۔

اور امام المحدّثین ملا علی قاری نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین'' لکھا ہے،(۶۹) حالانکہ اُن میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی نے اپنی ''تفسیر'' میں حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دردیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی امام ابو الحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نور الدین علی شبرا ملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی اِن تمام علماء کو ''رضی اللہ عنہم'' لکھا ہے(۷۰) جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابو الحسن نور المِلّۃ والدّین علی بن یوسف شطنوفی نے اپنی مشہور تصنیف ''بہجۃ الاسرار'' میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اور ''ہدایہ'' میں صاحبِ ہدایہ کو اُن کے شاگرد نے کئی مقام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔(۷۱)

۶۸۔ اخبار الأخیار، ص۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲٤، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱٤

۶۹۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ۸۱/۱

۷۰۔ حاشیۃ العلّامۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین، ۳۳/۱

۷۱۔ جیسے "الھدایۃ" کے کتاب الصلاۃ کے باب المواقیت (۱۔۲/٤۸) میں، اور اِسی باب کی "فصل فی الأوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ" (۱۔۲/۵۰) میں اور باب الأذان، (۱۔۲/۵۳) میں ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرّات'' میں صاحبِ دلائل الخیرات امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۷۲) حالانکہ امام جزولی صحابی نہیں کہ آپ کا وصال سولہ ربیع الاوّل ۸۷۰ھ کو ہوا۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں: یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی ''رضی اللہ عنہما'' لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۳۸ پر ہے، مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب ''رضی اللہ عنہما'' چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔(۷۳)

اِن تمام شواہد سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ اُن کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہرگز نہیں لکھتے۔

و اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷۲۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص۴۰۳، ۵۰۴، مطبوعہ: شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ بمصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۷م

۷۳۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحۃ، ۴۹۲/۲

Ishaate Islam

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایسے صحابہ کا ذکر ہو کہ جن کے والد بھی صحابیِ رسول تو اُن کے نام کو جب والد کے نام کے ساتھ یعنی صحابی بن صحابی لکھا جائے جیسے عبداللہ بن عمر یا صرف ابن عمر لکھا جائے تو اُن کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کافی ہوگا یا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا ہوگا۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب صحابی بن صحابی مذکور ہو یا صرف ابن صحابی ہو دونوں صورتوں میں اُن کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا چاہئے تا کہ ''ترضّی'' دونوں کو شامل ہو جائے۔ چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

> فإن کان المذکور صحابیاً ابن صحابي قال: ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما و کذا ابن عباس، وابن الزبیر، وابن جعفر وأسامة بن زید ونحوھم، لیشملہ وأباہ جمیعاً (۱)
>
> یعنی، میں اگر مذکور صحابی ابن صحابی ہو، کہے ابن عمر رضی اللہ عنہما، اور اسی طرح ابن عباس، ابن الزبیر، ابن جعفر، اور اسامہ بن زید اور ان کی مثل (کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا جائے) تا کہ رضی اللہ عنہ کہنا انہیں اور اُن کے والد سب کو شامل ہو جائے۔

وَ اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۔ الأذکار، کتاب الصلوٰۃ علی رسول اللّٰہ تعالیٰ، باب الصلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ، فصل یستحب الترضی الخ ص۱۵۲، مطبعہ مکتبہ دارالبیان، دمشق الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھـ۔۲۰۰۳م

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے رضی اللہ عنہا یا علیہا السلام اسی طرح وازواج انبیاء علیہم السلام کہ جن کا اہل ایمان ہونا معلوم ہے اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے، اسی طرح حضرت لقمان اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علماءِ کرام نے لکھا ہے راجح قول یہ ہے کہ حضرت لقمان اور ذوالقرنین نبی نہیں تھے اسی طرح حضرت مریم کے بارے میں بھی علماءِ کرام کا یہی قول ہے۔ جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے اُن کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اُن کے اسماء کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' استعمال کیا جائے، چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

> فإن قیل: إذا ذکر لقمان ومریم ھل یُصلّی علیھما کالأنبیاء، أم یترضّی کالصحابة والأولیاء، أم یقول علیھما السلام فالجواب: أن الجماھیر من العلماء علیٰ أنھما لیسا نبیین، وقد شذّ من قال: نبیّان ولاالتفات إلیہ، ولا تعریج علیہ، وقد أوضحتُ ذٰلك فی کتاب "تھذیب الأسماء واللّغات" فإذا عرفتَ ذٰلك، فقد قال بعض العلماء کلاماً یفھم منہ أنہ یقول: قال لقمان أومریم صلی اللّٰہ علی الأنبیاء وعلیہ أو علیھا وَسلّم، قال لأنھا ترتفعان عن حال من یقال: رضی اللّٰہ عنہ، لما فی القران العزیز مما یرفعھما، والذی أراہ أن ھذا لابأس بہ، وأن الأرجح أن یقال: رضی اللّٰہ

عنه، أو عنها، لأن هذا مرتبة غير الأنبياء ولم يثبت كونهما نبيّين، وقد قال أمام الحرمين إجماع العلماء على أن مريم ليست نبيّة ذكره في "الإرشاد" ولو قال: عليه السلام، أو عليها، فالظاهر أنه لابأس به، والله أعلم، ولا حول ولا قوة إلا بالله العليّ العظيم (١)

یعنی پس اگر کہا گیا کہ جب حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر کیا گیا تو کیا اُن پر انبیاء علیہم السلام کی طرح درود پڑھا جائے یا صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی طرح رضی اللہ عنہ یا رحمہ اللہ علیہ کہا جائے یا علیہما السلام کہا جائے۔ بے شک جمہور علماء اِس پر ہیں کہ دونوں نبی نہیں تھے، اور اُس کا قول شاذ ہے کہ جس نے کہا نبی ہیں، اور اُس شاذ قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس پر تعریج ہے، اور میں نے اسے اپنی کتاب ''تہذیب الأسماء واللغات'' میں واضح کر دیا ہے، پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو بعض علماء نے کلام کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے لقمان یا مریم صلی اللہ علی الانبیاء علیہ اوعلیہا وسلّم، کہا کہ یہ دونوں اُن کے حال سے مرتفع ہیں کہ جن کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں وہ مذکور ہے جو اُن کو بلند کرتا ہے، اور زیادہ راجح یہ ہے کہ اُن کے لئے کہا جائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ یہ غیر انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہے اور امام الحرمین نے فرمایا کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں، اُسے انہوں نے ''الأرشاد'' میں ذکر کیا ہے اور ان کو اگر علیہ السلام یا علیہا السلام کہے تو ظاہر ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ولا حول

١۔ كتاب الأذكار الكتاب الصلاة على رسول الله ﷺ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ فصل، ص ١٥٤ مطبوعة دارالبيان دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ۔ ٢٠٠٣م

ولاقوة الا بالله العلى العظيم

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

وكذا من اختلف في نبوّته كذى القرنين ولقمان، وقيل يقال: صلى الله على الأنبياء وعليه وسلم كما في "شرح المقدمة" للقرماني (٢)

یعنی اسی طرح (ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اِس کے لئے) کہ جس کی نبوّت میں اختلاف کیا گیا جیسے حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان اور کہا گیا کہ یوں کہا جائے صلّی اللّٰہ علی الأنبیاء وعلیہ وسلّم جیسا کہ ''شرح المقدمۃ'' للقرمانی میں ہے۔

اس صیغہ سے ''صلاۃ وسلام'' کا حکم اِس لئے دیا گیا تا کہ اُن پر ''صلاۃ وسلام'' تبعاً ہو جائے اور تبعاً صلاۃ وسلام پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

أى لتكون الصّلاة عليه تبعاً فيكون ممّا لا اختلاف فيه (٣)

یعنی تا کہ اس پر صلاۃ تبعاً ہو جائے پس وہ اس میں سے ہو جائے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر کوئی اُن کے لئے کہ جن کا نبی ہونے میں اختلاف ہے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام بول دے تو اُس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ اُن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

وظاهر قول المتن: "ولايصلى على غير الأنبياء والملائكة"

٢۔ الدّرالمحتار كتاب الخنثى، مسائل شتى ص٧٥٩ مطبعه دارالكتب العلميه، بيروت الطبعة الاولىٰ ١٤٢٣هـ

٣۔ ردالمحتار كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى الطبعة الاولىٰ ١٤٢٠هـ۔ ٢٠٠٠ مطبعه دارالمعرفة بيروت

وكذا كلام القاضي عياض السابق أنه لايدعى له بالصّلاة، لكنه ينبغي عدم الإثم به لشبهة الاختلاف (٤)

یعنی دور متن (یعنی تنویر الابصار) کا ظاہر قول کہ ’’غیر انبیاء، ملائکہ پہ (بالاستقلال) درود نہ پڑھا جائے‘‘ اور اسی طرح قاضی عیاض کا کلام جو سابق میں گذرا کہ اُن کے لئے (یعنی جن کی نبوت میں اختلاف) صلاۃ کے ساتھ دعا نہ کی جائے لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو چاہیئے کہ شبہ اختلاف کی وجہ سے اس سے گناہ نہ ہوتا۔

یاد رہے کہ حضرت مریم کے غیر نبیہ ہونے پر اجماع منعقد ہے جیسا کہ امام نووی نے امام الحرمین سے نقل کیا ہے لہٰذا اُن کو بالاستقلال صلاۃ وسلام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے بلکہ ترضّی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

وَ اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٤۔ ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى ١٠/ ٥٢٠، مطبعه دارالمعرفه بيروت

مآخذ ومراجع

۱۔ **الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان**، رتّبه الأمير علاؤالدين علي بن بلبان الفاسي (ت٧٣٩هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانيّة ١٤١٧هـ۔ ١٩٩٤م.

۲۔ **اخبار الأخيار**، للشّيخ المحقّق، الشّيخ عبدالحق بن سيف الدّين المحدّث الدّهلوي الحنفي (ت ١٠٥٢هـ)، كتب خانه رحيميه، ديوبند.

۳۔ **إرشاد العقل السّليم** إلى مزايا الكتاب الكريم= تفسير أبي سعود

۴۔ **أشعّة اللّمعات**. للدهلوي، الشّيخ عبد الحق بن سيف الدّين المحدّث (ت ١٠٥٢هـ)، المكتبة النّورية الرّضوية، سكهر، باكستان ١٩٧٦ء۔

۵۔ **الأستذكار**، لابن عبدالبرّ، الحافظ يوسف بن عبدالله بن محمد القرطبي (ت٤٦٣هـ)، تعليق سالم محمد عطا وغيره، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، ٢٠٠٠

۶۔ **إكمال إكمال المُعلِم**. لآبي، الإمام محمد بن خليفة الوشتاني المالكي، (ت٨٢٨هـ)، ضبطه محمد سالم هاشم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ، ١٩٩٤م

۷۔ **إكمال المُعلم** بفوائد المسلم، للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسىٰ اليحصبي، (ت٥٤٤هـ)، تحقيق الدّكتور يحيىٰ إسماعيل، دارالوفاء، المنصورة، الطّبعة الأولى ١٤١٩هـ، ١٩٩٨م

☆ **أنوار التنزيل وأسرار التأويل** = تفسير البيضاوي

۸۔ **بريقة محمودية** في شرح طريقة محمديّة، للعلّامة أبي سعيد الخادمي، (فرغ من تأليفه في ١١٢٨هـ)، دارالإشاعت العربية، كوئتة

۹۔ **تبييض الصحيفة** بمناقب الإمام أبي حنيفة، للسيوطي، الإمام جلال الدين عبدالرّحمٰن الشافعي، (ت ٩١١هـ)، تعليق محمد عاشق الٰهي البرني، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، الطبعة الثانية ١٤١٨هـ

۱۰۔ **التّبیین**. للفارابی، العلّامة قوام الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمر الإتقانی الحنفی (ت۷۵۸ھ)، وزارة الأوقاف، الکویت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۱۱۔ **تبیین الحقائق** (شرح کنزالدقائق) للزیلعی، الإمام علی بن عثمان الحنفی (ت۷۴۳ھ) دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۲۔ **تدریب الرّاوی** (فی شرح تقریب النّواوی)، للسّیوطی، الحافظ جلال الدّین عبدالرّحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت۹۱۱ھ)، تحقیق الدّکتور أحمد عمر هاشم، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۱۳۔ **تفسیر ابن عاشور**، للشیخ محمد طاهر ابن عاشور، مؤسسة التاریخ ،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۴۔ **تفسیرُ ابن کَثِیر**، للعلامة عماد الدّین أبی الفداء إسماعیل بن کثیر الدّمشقی (ت۷۷٤ھ)، دار الأرقم، بیروت.

۱۵۔ **تفسیر أبی السعود**، للقاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی (ت۹۸۲ھ)، تعلیق الشیخ محمد صبحی حسن حلّاق، دارالکتب، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م

☆ **تفسیر البغوی** = معالم التّنزیل

۱۶۔ **تفسیر البیضاوی**، للإمام ناصر الدین أبی الخیر عبداللّٰه بن عمر الشیرازی الشافعی، (ت۶۹۱ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

☆ **تفسیر التحریر والتنویر** = تفسیر ابن عاشور

☆ **تفسیر الخازن** = لباب التّأویل فی معانی التّنزیل

۱۷۔ **تفسیر روح البیان**، للحقّی العلامة الشیخ إسماعیل البروسی (ت۱۱۳۷ھ)، تعلیق الشیخ أحمد عزّوعنایة، دارأحیاالتراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱

۱۸۔ **تفسیر روح المعانی**، للعلامة أبی الفضل شهاب الدین السّیّد محمود الآلوسی البغدادی الحنفی، (ت۱۲۷۰ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۱۹۔ **تفسیر الخطیب الشربینی**، للأمام محمد بن احمد الخطیب الشّربینی، (ت۹۷۷ھ)، تعلیق إبراهیم شمس الدین، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۰م

☆ **تفسیر القرآن لابن کثیر** = تفسیر ابن کثیر

۲۰۔ **تفسیرُ القُرطبی**. الجَامع الأحکَام القُران. للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ-١٩٩٥ء۔

۲۱۔ **التفسیر الکبیر للرّازی**. الإمام فخرالدّین محمد بن ضیاء الدّین عمر الشّافعی (ت۶۰۲ھ)، دارإحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۲۲۔ **تفسِیرُ المَظْهَری**، للقاضی محمد ثناء اللّٰه العثمانی الحنفی النّقشبندی (ت١١٢٥ھ)، تحقیق محمد عزّوعنایة، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤ء۔

۲۳۔ **التفسیر المنیر** فی العقیدة والشریعة والمنهج، للدکتور وهبة الزّهیلی، دارالفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م

☆ **تفسیر النّسفی** = مدارک التنزیل. حقائق التأویل

۲۴۔ **تقریب النّواوی** (مع شرحه للسّیوطی) للإمام أبی زکریا یحی بن شرف الشّافعی (ت۶۷۶ھ)، تحقیق الدّکتور أحمد عمر هاشم، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۲۵۔ **تکملة البحر الرّائق** (شرح الکنز الدقائق)، للعلامة محمد بن حسین بن علی الطّوری القادری الحنفی (ت۱۱۳۸ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م

۲۶۔ **التّمهید** لمافی الموطّا من المعانی والمسانید لابن عبدالبرّ، الحافظ یوسف بن عبداللّٰه بن محمد القرطبی (ت۴۶۳ھ)، تحقیق محمد عبدالقادر عطاری، دارالکتب العلمیة، بیروت،، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۲۷۔ **تنویر الأبصار** وجامع البحار فی فروع فقه الحنفی مع شرحه. للتمرتاشی،

العلامة الشيخ محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّي الحنفي (ت۱۰۰۴ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ. ۲۰۰۲م

☆ **الجامع لأحكام القرآن** = تفسيرُ القُرطبي

۲۸۔ **حاشية ابن التمجيد،** للعلامة مصلح الدين مصطفى بن إبراهيم الرومي الحنفي (ت ۸۸۰ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م

☆ **حاشية ابن عابدين** = ردّالمحتار على الدُّرّالمختار

۲۹۔ **حاشية الشهاب** على تفسير البيضاوي، للخفاجي، القاضي شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الحنفي (ت۱۰۶۹ھ)، تخريج، الشيخ عبدالرّزاق المهدي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۷ھ،۱۹۹۷م

۳۰۔ **حاشية الطحطاوي** (على مراقي الفلاح)، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوي الحنفي، (ت۱۲۳۱ھ)، ضبطه الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ،۱۹۹۷ء

۳۱۔ **حاشية الطحطاوي،** للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوي الحنفي، (ت۱۲۳۱ھ)، قديمي كتب خانه، كراتشي، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷ء

۳۲۔ **حاشية العلّامة الصّاوي** على تفسير الجلالين، للعلامة الفقيه أحمد بن محمد الخلوتي المالكي (ت۱۲۴۱ھ)، داراحياء التراث العربي، بيروت الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۳۳۔ **حاشية القونوي** على تفسير الإمام البيضاوي، للعلامة عصام الدين إسماعيل بن محمد الحنفي (ت۱۱۹۵ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م

۳۴۔ **الحديقة النّدية** (شرح الطريقة المحمديّة). للنّابلسي، العلامة عبدالغني الحنفي، هو من أساتذة مفتي محمد أمين الشامي الحنفي (ت۱۲۵۲ھ)، مكتبة الفاروقية، بشاور

۳۵۔ **حلبي كبير،** للعلّامة الشيخ إبراهيم الحنفي (ت۹۵۶ھ)، سهيل أكادمي، لاهور

۳۶۔ **الدُّرّالمختار** (شرح تنوير الأبصار). للحصكفي، العلّامة علاء الدين محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبدالرحمٰن الحنفي (ت۱۰۸۸ھ)، تحقيق عبد المنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ. ۲۰۰۲م

۳۷۔ **ردُّالمحتار** على الدُّرّالمختار. لابن عابدين، العلامة السيّد محمد أمين الشامي الحنفي، (ت۱۲۵۲ھ)، تحقيق عبدالمجيد طعمه حلبي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۳۸۔ **رمزالحقائق** في شرح كنزالدقائق. للعيني، الإمام بدرالدين أبي محمد محمود الحنفي (ت۸۵۵ھ)، المكتبة النّوريّة الرّضوية، سكهر، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۲م

۳۹۔ **سُنَن ابن مَاجَة،** للإمام أبي عبد اللّٰه محمد بن يزيد القَزْويني (ت۲۷۳ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱٤۱۹ھ- ۱۹۹۸ء.

۴۰۔ **سُنَن أبِيْ داوٗد،** للإمام سليمان بن أشعث السّجستاني (ت۲۷۵ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱٤۱۸ھ- ۱۹۹۷ء.

۴۱۔ **سُنَنُ الدَّارِمِيْ،** للإمام أبِيْ محمد عبداللّٰه بن عبدالرّحمٰن (ت۲۰۰ھ)، تخريج الشّيخ محمد عبدالعزيز الخالدي، دارالكتب العلمية بيروت.

۴۲۔ **السُّنَنُ الكُبْرىٰ،** للبيهقي، الإمام أبي بكر أحمد بن الحسين الشّافعي (ت ٤٥۸ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱٤۲۰ھ ۱۹۹۹ء.

۴۳۔ **سُنَنُ النّسائي،** للإمام أبي عبد الرّحمن أحمد بن شعيب الخُرَاسَاني (ت۳۰۳ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانيّة ۱٤۲٤ھ- ۲۰۰۳ء.

۴۴۔ **شرح صحيح مسلم.** للهروي، العلاّمة محمد الأمين بن عبدالله الأرمي العلوي الشّافعي، دارالمنهاج، جدة، ودار طوق النّجاة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹م

۴۵۔ **شرح جوهرة التّوحيد.** للباجوري، العلاّمة الشيخ إبراهيم بن محمد بن أحمد بن الشّافعي، الشّيخ الجامع الأزهر، ۱۲۷۷ھ، ۱۸۶۰م، مكتبة الغزالي، حماة

۴۶۔ **شرح الشّفا** (للقاضي عيّاض)، الإمام الملّا علي القاري الهروي الحنفي

(ت۱۰۱۴ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

۴۷۔ **شرح شرح نخبة الفکر**، للإمام الملّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)، فاروقی کتب خانه، ملتان

۴۸۔ **شرح صحیح مسلم**، للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشافعی (ت۶۷۶ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

☆ **شرح صحیح مسلم** للقاضی عیّاض = إکمال المعلم بفوائد المسلم

۴۹۔ **شرح العلامة الزّرقانی** علی المواهب، للعلامة محمد بن عبدالباقی المصری المالکی (ت۱۱۲۲ھ)، ضبطه عبدالعزیز الخالدی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶

۵۰۔ **شرح نخبة الفکر**، للعسقلانی، الحافظ أبی الفضل شهاب الدّین أحمد الشافعی (ت۸۵۲ھ)، فاروقی کتب خانه، ملتان

۵۱۔ **الشفا** بتعریف حقوق سیدنا المصطفیٰ ﷺ، للقاضی، الإمام أبی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المالکی (ت۵۴۴ھ)

۵۲۔ **شرح کتاب الفقه الأکبر**، للإمام الملّا علی القاری الحنفی، (ت۱۰۱۴ھ)، تحقیق علی محمد دندل، دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۳۔ **صَحِیْحُ الْبُخَارِیْ**. للإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت ۲۵۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۱ء.

۵۴۔ **صحیح مسلم**، للأمام مسلم بن الحجاج القشیری (ت۲۶۱ھ)، دارالأرقم، بیروت

۵۵۔ **عمدة القاری** (شرح صحیح البخاری)، للعینی، الشیخ الإمام العلامة بدرالدّین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت۸۵۵ھ)، دارالفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

۵۶۔ **غُنْیَةُ الْمُتَمَلّی فی شرح مُنْیَةِ المُصَلّی** = حلبی کبیر

۵۷۔ **غیر انبیاء وملائکه کے لئے علیه السلام**، للأویسی، المفتی محمد فیض أحمد الحنفی القادری، قطب مدینة ببلشر، کراتشی

۵۸۔ **فتاویٰ أمجدیة**، لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م

۵۹۔ **فتاوی فیض الرّسول**، للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی، شبیر برادرز، لاهور ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸م

۶۰۔ **فتاویٰ قاضیخان** (علی هامش الفتاوی الهندیة)، للإمام حسن بن منصور الأوزجندی الحنفی (ت۵۹۲ھ)، المکتبة الحقانیة، کوئٹه

۶۱۔ **الفتاوی الهندیة**، للشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، المکتبة الحقانیة، کوئٹه

۶۲۔ **فتح المعین** علی شرح الکنز لملّا مسکین، للعلّامة السّید محمد أبی السّعود المصری الحنفی، مکتبة العجائب لذخر العلوم، کوئٹه

۶۳۔ **الفتوحات الٰهیة** بتوضیح تفسیر الجلالین للدّقائق الخفیّة، للعلّامة سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی الشهیر بالجمل، دارالکتب، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳م

۶۴۔ **فَتْحُ الْبَارِی** شرح صحیح البخاری. للعسقلانی، الحافظ أحمد بن علی بن حجر الشّافعی (ت۸۵۲ھ)، تحقیق الشیخ عبدالعزیز بن عبداللّٰه، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّالثة ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م.

۶۵۔ **اَلْقَوْلُ الْبَدِیْعِ** فی الصّلاةِ علی الحَبِیْبِ الشَّفِیْعِ. للسّخاوی، الحافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الشّافعی (ت۹۰۲ھ)، دارالکتاب العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ،۱۹۸۵ء.

۶۶۔ **کشف الحقائق** (شرح کنزالدقائق)، للعلامة عبدالحکیم الأفغانی (ت۱۳۲۶ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷م

۶۷۔ **کنز الدقائق**. للنّسفی، الإمام أبی البرکات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفی (ت۷۱۰ھ)، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵م)

۶۸۔ **کتاب الأذکار**، للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)، تحقیق بشیر محمد عیون، دارالبیان، دمشق، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م)

۶۹ـ **كنزالإيمان** في ترجمة القران، لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد الرضا بن نقي علي خان القادري الحنفي (ت ۱۳٤۰هـ)، مكتبة رضوية، كراتشي

۷۰ـ **لباب التّأويل في معاني التّنزيل**، للعلامة علاؤالدّين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن (ت ۷۲۵هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۵هـ، ۲۰۰۴م

۷۱ـ **مجمع الأنهر** في شرح ملتقى الأبحر، للمحقق الفقيه عبد الرّحمٰن بن محمد المدعوّ بشيخي زاده الحنفي (ت۱۰۷۸هـ)، تخريج خليل عمران المنصور، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۹هـ،۱۹۹۸م

۷۲ـ **مَجْمَعُ الزَّوَائِد** ومنبع الفوائد. للهيثمي، نورالدّين علي بن أبي بكر المصري (ت۸۰۷هـ)، تحقيق عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۲۲هـ ـ ۲۰۰۱ء.

۷۳ـ **مدراك التنزيل** وحقائق التّأويل، للنّسفي. الأمام أبي البركات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفي (ت ۷۱۰هـ)، دارالفكر، بيروت

۷۴ـ **مرقات المفاتيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للإمام الملّا علي بن سلطان محمد القاري (ت۱۰۱۴هـ) الشيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲هـ، ۲۰۰۱م

۷۵ـ **المُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ۲۴۱هـ)، المكتب الإسلامي، بيروت.

۷۶ـ **مِشْكَاةُ الْمَصَابِيْح**. للتّبريزي، الشّيخ وليّ الدّين أبي عبد الله محمد بن عبدالله الخطيب (ت۷٤۱هـ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۲٤هـ ـ ۲۰۰۳ء.

۷۷ـ **مطالع المسرّات**، بجلاء دلائل الخيرات، للفاسي، الإمام محمد المهدي بن أحمد بن علي القصري، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة الثانية ۱۳۷۷هـ، ۱۹۵۸م

۷۸ـ **المصنّف**، للإمام الحافظ أبي بكر عبدالرّزّاق بن همّام الصنعاني (ت ۲۱۱هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱هـ، ۲۰۰۰

۷۹ـ **المصنّف**. لابن أبي شيبة، للامام أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبه

(ت۲۳۵هـ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمي، ودار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۷هـ ۲۰۰۶م

۸۰ـ **المصنّف** في الأحاديث والآثار، لابن أبي شيبة، الحافظ عبدالله بن محمد (ت۲۳۵هـ)، تعليق سعيد محمد الحام (دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۴هـ ۱۹۹۴م

۸۱ـ **المفهم** لماأشكل من كتاب مسلم. للقرطبي، الحافظ أبي العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم (ت۶۵۶هـ)، تحقيق محي الدين ديب مستور أحمد محمد السيّد وغيرهما، دارابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶هـ، ۲۰۰۵م

۸۲ـ **المُوَطّا**. إمام مالك بن أنس (ت۱۷۹هـ) برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودي، دار إحياء التُّراث العربي، بيروت، الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۱۸هـ ـ ۱۹۹۷ء.

۸۳ـ **معالم التّنزيل**. للبغوي، الإمام أبي الحسين بن مسعود الفرّاء الشافعي (ت۵۱۶هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۴هـ، ۲۰۰۴م

۸۴ـ **المَوَاهِب اللّدنية** بالمِنَح المحمّديّة، للقسطلاني، العلامة أحمد بن محمد (ت۹۲۳هـ)، تعليق مأمون بن محيّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة، بيروت، الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۱٦هـ،۱۹۹٦ء.

۸۵ـ **النّبراس** شرحُ شرحِ العقائد، للفرهاروي، عبدالعزيز بن أحمد الحنفي، فيضي كتب خانه، كوئته

۸٦ـ **نسيم الرّياض** في شرح شفاء القاضي عياض. للخفاجي، العلامة شهاب الدّين أحمد بن محمد بن عمر المصري (ت ۱۰۶۹هـ)، تعليق محمد عبدالقادر عطا، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱هـ، ۲۰۰۱م

۸۷ـ **الهِدَاية** شرح بداية المُبتدئ، للمرغيناني، برهان الدّين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفي (ت۵۹۳هـ)، تعليق محمد عدنان درويش، دارالأرقم، بيروت.